www.novelsclubb.com

وفا میری ضد

(ڈائجسٹ ناول)

ناولز کلب

از قلم فرحت شوکت

:novelsclubb :read with laiba 03257121842

فرحت شوکت

وفا میری ضد

Digestlibrary.com

"ہیلو۔" وہ ابھی ابھی آفس سے گھر لوٹا تھا اور گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے لاؤنج کی طرف بڑھ رہا تھا جب دائیں ہاتھ میں موجود سیل پر ماما کا نمبر دیکھ کر اس نے فوراً ہینڈز فری کان سے لگا لیا۔

"کیسے ہو عدید؟" دوسری طرف اس کی آواز سنتے ہی ماما نے بے تابی سے اس کی خیریت دریافت کی۔

"ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں اور پاپا کا بلڈ پریشر لیول نارمل ہوا یا نہیں؟"

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے کوٹ کو صوفے کی طرف اچھالتے ہوئے پوچھا پھر خود بھی سنگل صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گیا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا اور اللہ کا شکر ہے اب تمہارے پاپا بھی پہلے کی نسبت بہت بہتر ہیں۔ تم سناؤ تم تو ٹھیک ہو نا؟" ان کے انداز میں خالصتاً ماؤں والی فکر نمایاں تھی۔

"کہا تو ہے میں ٹھیک ہوں پھر بار بار کیوں پوچھ رہی ہیں آپ؟" پتا نہیں کیوں اس وقت ان کی یہ تشویش اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"تمہاری ماں ہوں بیٹا اور تم ہم سب سے دور اکیلے ہو تو کیا میں پریشان نہیں ہوں گی؟" اس کے لہجے سے چھلکتی ناراضی کو وہ با آسانی محسوس کر سکتی تھیں تب ہی نرمی سے بولیں۔

"سوری۔" جلد ہی اسے اپنے رویے کا احساس ہو گیا تھا سو فوراً معذرت کر ڈالی۔

"عدید ایک بات کہوں؟" تھوڑی دیر بعد باتوں کے دوران انہوں نے استفساریہ انداز میں محبت سے بھرپور لہجے میں کہا مبادا وہ ہمیشہ کی طرح ہتھے سے نہ اکھڑ جائے۔

"جی کہیے۔" وہ تھکی تھکی بند آنکھوں کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے دھیرے دھیرے سہلاتے ہوئے بولا۔

"تم جرمنی ہمارے پاس آجاؤ بیٹا اور یہیں آکر اپنا بزنس۔۔۔" ان کی بات پر اس کی بند آنکھیں یکدم کھل گئیں۔ ہمیشہ کی طرح وہ ان کی اس بات پر چڑ سا گیا تھا تب ہی ان کی بات کاٹ کر تیزی سے گویا ہوا۔

"میں نے آپ سے پہلے بھی کئی بار کہا ہے میں پاکستان میں بالکل ٹھیک ہوں اور میں یہیں رہوں گا۔ اس کے علاوہ میرا بزنس یہاں اچھی طرح Stable ہو چکا ہے ایسے میں سب کچھ ختم کر کے جرمنی آجاؤں یہ کہاں کی عقلمندی ہے لینڈ یو نو ویری ویل ماما میں یہاں کس کی وجہ سے ہوں؟"

آخری بات کہتے ہوئے اس کا لہجہ کچھ ٹوٹ سا گیا تھا وہ مزید کچھ نہ بول سکا اور خاموش ہو گیا۔

یقیناً ماما کو بھی اس کی کیفیت کا بخوبی علم ہو چکا تھا اسی لیے وہ بھی چپ ہو گئیں پھر چند ثانیے بعد وہ کمزور سی آواز میں گویا ہوئیں۔

"اس کا کچھ پتا نہیں ہے وہ کہاں ہے پھر بھی تم اسے۔"

"ماما پلیز کلوز دس ٹاپک ناؤ۔ میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔"

نلی والٹ

اس نے اتنا کہہ کر فوراً" کال ڈس کنیکٹ کردی اور پھر دکھتے سر کو صوفے کی پشت پر گرا کر آنکھیں موند لیں۔

اسے پاکستان آئے تقریباً" دو سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور ان دو سالوں میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں آیا تھا جب وہ اس کی تلاش میں ادھر ادھر نہ بھٹکا ہو لیکن نتیجہ وہی ـــ خالی نظر اور خالی ہاتھ۔

"صاحب جی کھانا لگادوں؟"

وہ اگلے کئی لمحوں تک صوفے کی پشت پر سر گرائے آنکھیں موندے بے ترتیبی سے ایک ہی پوزیشن میں نیم دراز تھا جب بشیر کی آواز پہ اس نے اسی حالت میں رہتے ہوئے بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو اس کے بالکل سامنے مودبانہ انداز میں دونوں ہاتھ آگے کی جانب باندھے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

خالی خالی نظروں سے کچھ دیر وہ بشیر کو تکتا رہا پھر ایک گہرا سانس لیتا سیدھا ہو بیٹھا اور کف لنکس کھولتے ہوئے گویا ہوا۔

"نہیں یار بھوک نہیں ہے مجھے۔ تم ایسا کرو میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ایک فائل رکھی ہوگی وہ لے کر آجاؤ۔" اس نے ٹیبل پر رکھی گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھائی جس کو بشیر نے آگے بڑھ کر تھاما اور لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر صوفے پر پڑا کوٹ اور سنٹرل ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھا کر ست روی سے چلتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼

"چائے پیو گے؟" آج صبح سے ہی وہ طبیعت میں عجیب سا بوجھل پن محسوس کر رہا تھا جس کے باعث آفس میں بھی وہ پوری توجہ سے کام نہیں کر پا رہا تھا اس لیے وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر احسن کی طرف چلا آیا کہ شاید طبیعت کچھ بہل جائے لیکن احسن کے ساتھ معمول کی طرح باتیں کرنے کے بجائے وہ بس ہوں ہاں میں جواب دیے جا رہا تھا۔

"نہیں موڈ نہیں ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کچھ زیادہ ہی ڈسٹرب دکھائی دے رہے ہو آج' رات بھر جاگتے رہے ہو؟" احسن نے نیند کی کمی کے باعث اس کی سرخ پڑتی آنکھوں اور تھکے تھکے سے وجود کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جواباً" اس نے محض ایک نظر اٹھا کر احسن کو دیکھا پھر دوبارہ ہاتھ میں پکڑے پیپر ویٹ کی جانب متوجہ ہو گیا جس کو وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرنے کے شغل میں مصروف تھا۔

"شیریں آنٹی نے جو ایڈریس دیا تھا وہاں گئے تھے؟"

اسے مستقل خاموش دیکھ کر احسن نے اگلا سوال کیا جس پر اس نے ہاتھ میں پکڑا پیپر ویٹ ٹیبل پر رکھا اور دھیمے مگر مایوسی بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"گیا تھا۔"

"کیا ہوا؟"

"وہ ماہ پہلے وہ لوگ وہاں سے کہیں اور شفٹ کر گئے ہیں۔" وہ تفکر سے پیشانی مسلتے ہوئے بولا۔

"جو اب وہاں رہتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے کہاں شفٹ کیا ہے؟" احسن کمپیوٹر آف کر کے پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

"نہیں۔ انہیں کچھ نہیں پتا۔" اس کے بتانے پر احسن بھی ایک لمحہ کے لیے مایوس سا ہو گیا۔ لیکن اس کی حالت دیکھ کر وہ قدرے عام سے لہجے میں بولا۔

"کوئی بات نہیں یار اور ویسے بھی مہران انکل نے بتایا تھا نا کہ پچھلے مہینے ـــ"

"اوکے میں چلتا ہوں۔" وہ احسن کی بات سنے بغیر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ون منٹ عدید۔" احسن کے روکنے پر وہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا ہے یار یوں اچانک کیوں چل پڑے ہو'

Digestlibrary.com

"کوئی بات بری لگی ہے تو بتاؤ۔" احسن اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے بس دل گھبرا رہا ہے اس لیے۔"

"جھوٹ مت بولو۔" احسن نے ٹوکا تو وہ ایک لمحہ کے لیے چپ ہو گیا پھر آزردہ لہجے میں گویا ہوا۔

"اور کیا کروں احسن' دو سال سے پاگلوں کی طرح پورے شہر کو چھان رہا ہوں لیکن ۔۔۔ لیکن کچھ اتا پتا نہیں ہے اس کا جس نے جہاں بتایا ہے وہاں لمحے سے پہلے پہنچ جاتا ہوں مگر خالی ہاتھ ہی گھر لوٹتا ہوں۔ کسی بھی رشتہ دار سے کانٹیکٹ میں نہیں ہے وہ۔ آخر ایسی کون سی جگہ ہے جہاں میں پہنچ ہی نہیں پا رہا ہوں۔" وہ بہت دلگرفتہ دکھائی دے رہا تھا۔ احسن نے تسلی آمیز انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور حوصلہ دیتے ہوئے بولا۔

"تمہاری لگن سچی ہے عدید اور تم دیکھنا ان شاءاللہ اسے ضرور پالو گے۔" احسن کی بات پر وہ ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"چلو باہر چلتے ہیں کھانا ولانا کھاتے ہیں۔ تھوڑی واک بھی ہو جائے گی کم آن۔" اس کا موڈ بحال کرنے کی خاطر احسن زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر آفس سے باہر لے آیا۔

"تم جرمنی کب جا رہے ہو؟" کھانا کھانے کے دوران احسن نے پوچھا۔

"کل صبح کی فلائیٹ ہے۔" پانی کا گلاس منہ کی طرف لے جاتے ہوئے اس نے بتایا۔

"ہوں اور واپسی کب ہو گی؟" احسن نے اگلا سوال کیا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا بٹ مے بی مہینہ لگ جائے۔" اس نے جواب دیا۔

"اتنے دن' خیریت تو ہے نا؟" احسن ایک مہینہ کا سن کر حیران ہوا تھا۔

"ہاں خیریت ہی ہے جرمنی تو ماما کے بلانے پر جا رہا ہوں۔ وہ کئی دنوں سے مسلسل فون کر رہی تھیں اور جرمنی آنے پر اصرار کر رہی تھیں سو میں نے سوچا ان سے مل کر واپسی میں آسٹریلیا بھی چلا جاؤں گا وہاں سے کال آ رہی ہے دو ہفتے بعد میٹنگ ہے تب تک ماما' پاپا کے ساتھ وقت گزار لوں گا۔ بس دعا کرنا یار وہ انٹرنیشنل کمپنی آرڈر پاس کر دے۔"

وہ کھانا کھا کر فارغ ہو چکا تھا اور اب احسن کو اپنی نیکسٹ پلاننگ سے آگاہ کر رہا تھا۔ پہلے کی نسبت وہ اب کافی حد تک ریلیکس دکھائی دے رہا تھا۔

"ہاں بالکل یار۔ اللہ تمہیں ضرور کامیاب کرے گا ان شاءاللہ۔"

بل پے کرتے ہوئے احسن نے صدق دل سے دعائیہ انداز میں کہا تو وہ ممنون نظروں سے احسن کو دیکھنے لگا۔ جو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ تھا۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے احسن نے اسے گھر ڈراپ کر دیا۔

احسن اسے بہت اچھی طرح جانتا تھا تب ہی اس کی اداسی اور پریشانی کو بھانپ کر اسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا اور آج بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ احسن اپنی اس کوشش میں اکثر ہی کامیاب بھی ہو جاتا تھا جیسے آج ہوا تھا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے

فائدہ افتخار کے 4 خوبصورت ناول

آنگنوں کا شہر	قیمت -/500 روپے
بھول بھلیاں تیری گلیاں	قیمت -/500 روپے
یہ گلیاں یہ چوبارے	قیمت -/300 روپے
پھلاں دے رنگ ہزار	قیمت -/250 روپے

ناول منگوانے کے لئے فی کتاب ڈاک خرچ -/45 روپے

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

وہ جب بھی اس کو تلاش کرنے کے بعد تنہا گھر لوٹتا تھا تو دنوں تک اپنے ٹوٹتے دل اور وجود کو بکھرنے سے بچانے کی کوشش میں ہلکان رہتا تھا اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ جب سے وہ سیرس آنٹی کے بتائے ایڈریس پر گیا تھا اور وہاں سے بھی کوئی نشان نہ پا کر واپس آیا تھا دل عجیب سی کیفیت میں گھر گیا تھا۔

لیکن اب وہ پہلے کی نسبت خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں احسن کا شکریہ ادا کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جو اسے مایوسی کی حد پر جانے سے پہلے واپس لے آتا تھا۔

☼ ☼ ☼

ہمیشہ کی طرح گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے آج بھی وہ ارادی و غیر ارادی طور پر سڑک کے دائیں بائیں جانب دیکھ رہا تھا۔ اس امید پر کہ کہیں بالکل اچانک روڈ کراس کرتے ہوئے، شاپنگ مال سے نکلتے ہوئے یا پھر ٹریفک سگنل پر رکتی ٹیکسی میں سے کسی ایک میں بیٹھی وہ اسے نظر آجائے۔ لیکن ان دو سالوں میں ایک بار بھی وہ اسے دکھائی نہیں دی تھی۔

"کاش ایک بار ــــ صرف ایک بار وہ اسے مل جائے پھر چاہے اپنا آپ گنوا کر بھی اسے پانا پڑا تو وہ گریز ہرگز نہیں کرے گا۔ اس کے بغیر تو اسے اپنا وجود بھی بہت بے معنی سا لگنے لگا تھا۔ ایک اس کی تلاش ہی تھی جو اسے جینے اور سانس لینے پر مجبور کیے ہوئے تھی ورنہ۔"

آفس آچکا تھا۔

سوچوں میں گم کب آفس آیا اسے پتا ہی نہ چلا۔ اس نے فوراً" گاڑی کو بریک لگایا اور ونڈ اسکرین سے دکھائی دینے والے اپنے آفس کی بلڈنگ پر ایک نظر دوڑائی۔ کتنی محنت اور لگن کے بعد وہ شہر کے اس معروف ترین ایریا میں اپنا آفس اور ملک بھر میں بزنس اسٹیبلش کرنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔ یہ وہی جانتا تھا لیکن جس کے لیے اس نے یہ سب کچھ پایا تھا اسے ہی کھو چکا تھا۔

"نہیں میں نے اسے نہیں کھویا۔ وہ میرے پاس ہے اور رہے گی جیسے ہمیشہ سے تھی۔"

اس نے اپنے خیال کی سختی سے نفی کی۔ اسے کھونے کے احساس کو وہ اپنے اندر کہیں محسوس کرنا ہی نہیں چاہتا تھا سو جلدی سے اپنی سوچ کو رد کرتا فرنٹ سیٹ کی بیک پر رکھا اپنا کوٹ اٹھائے گاڑی سے باہر نکل آیا اور گاڑی لاک کر کے ڈرائیونگ ایریا کو کراس کرتا بلڈنگ کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

لفٹ کے ذریعے تھرڈ فلور پر پہنچتے ہی اس نے بائیں ہاتھ میں بندھی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑائی۔ صبح کے آٹھ بجے تھے۔

وہ شروع سے ہی بہت پنکچوئل تھا اسی لیے ٹائم پر آفس پہنچنا اس کی عادت میں شامل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا پورا اسٹاف آن وا ٹائم آفس میں موجود ہوتا تھا۔ آگے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے دائیں بازو پر رکھا کوٹ پہنا اور ٹائی کی ناٹ کو درست کرتا چند قدم کے فاصلے پر موجود اپنے آفس میں داخل ہو گیا۔

"گڈ مارننگ سر۔" جیسے ہی اس نے اپنے شاندار آفس میں قدم رکھا۔ دائیں اور بائیں جانب بنے کیبن میں کام کرتے ورکرز ایک دم حرکت میں آچکے تھے اور اپنی سیٹ سے اٹھ کر اسے سلام کرنے لگے۔

ایک سیکنڈ کے لیے اس نے آفس میں موجود تمام لوگوں پر ایک طائرانہ سی نظر دوڑائی پھر مضبوط قدموں سے چلتا ہوا پراعتماد انداز میں سر کے اشارے سے سب کے سلام کے جواب دیتا اپنے روم کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر دائیں جانب روم میں بنے کیبن میں سے ایک کیبن پر جا پڑی۔ بے ساختہ اس کے قدم زمین پر جم گئے تھے وہ محض لمحہ بھر کو ہی اسے دیکھ پایا تھا اور اس ایک لمحے میں جتنی بار اس کا دل زور زور سے دھڑک سکتا تھا دھڑک اٹھا تھا۔ اسٹاف کی موجودگی کا احساس شدت سے غالب آچکا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس پر دوسری نظر ڈالے بغیر اسی رفتار اور پروقار انداز سے چلتا ہوا اپنے روم کا ڈور کھول کر اندر چلا آیا۔

دروازہ بند کرکے وہ کئی ثانیے تک دروازہ کے ساتھ
ٹیک لگائے کھڑا رہا اور اس ایک لمحے کو سوچنے لگا۔ اس نے صرف چند قدموں کے فاصلے پر اسے اب سے چند منٹ پہلے دیکھا ہے خود کو یہ یقین دلانا اسے بہت دشوار ہو رہا تھا۔ مگر یہ ایک حقیقت تھی۔ خوب صورت حقیقت۔

بے ترتیب سانسوں اور سرشار وجود کو بمشکل سنبھالے وہ اپنی چیئر کی طرف بڑھ گیا اور کوٹ اتار کر چیئر کی بیک پر پھیلا دیا۔ پھر خوشی سے بھرپور انداز میں چیئر پر بیٹھ گیا۔ دونوں کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے نظریں ایک نقطہ پر مرکوز کیے نہ جانے کتنی دیر تک وہ اس پل کو سوچتا اور محسوس کرتا رہا جب بالکل اچانک اس نے اسے دیکھا تھا۔ اسے اپنے بدن میں رواں خون تیزی سے دوڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے ابھی اور اسی وقت اپنے سامنے لا کھڑا کرے اور خود پر گزری اذیت کا احوال اسے کہہ سنائے لیکن ابھی یہ ممکن نہیں تھا۔

وہ جانتا تھا اس کی شکایت اور ناراضی کو ایک دم دور نہیں کیا جا سکتا سو ارادہ ملتوی کر دیا۔ وہ اس سے بے حد خفا تھی اس کا اندازہ اسے تھوڑی دیر پہلے اس کے چہرے کے تاثرات سے بخوبی ہو چکا تھا۔ بہرحال کچھ بھی تھا اس کی روح کو تو جیسے اب قرار سا مل گیا تھا۔ سو جتن کر کے بھی اسے منانا پڑتا تو ہرگز پیچھے نہیں ہٹتا کہ اب وہ اسے خود سے دور کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ جو وہ برسوں سے یہاں سے وہاں اسے ڈھونڈ رہا تھا وہ تو اس کے بے حد قریب تھی اس کے اپنے آفس میں۔ یہ احساس کس قدر خوشگوار تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔

اس نے طمانیت بھرا سانس اپنے اندر اتارا اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اسے سوچنے لگا۔ مسکراہٹ تھی کہ خود بخود اس کے چہرے پر بکھری جا رہی تھی۔ اپنی یہ کیفیت اسے بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

Art With You

Paint with Water Color & Oil Colour

First Time in Pakistan
a Complete Set of
5 Painting Books
in English

Water Colour I & II
Oil Colour
Pastel Colour
Pencil Colour

آپ آرٹ کے طالب علم ہیں یا پروفیشنل آرٹسٹ
برش پکڑنے سے، مکمل پینٹنگ تک آپ بن سکتے
ہیں ایک مکمل آرٹسٹ

اب پینٹنگ سیکھنا بہت آسان ایک ایسی کتاب
جس میں پینٹنگ سے متعلق ساری معلومات

Art With You
شائع ہو گئی ہے

قیمت -/350 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے

مکتبۂ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

Digestlibrary.com

"ہو سکتا ہے تسمینہ آنٹی نے اس کی شادی کر دی ہو اللہ نہ کرے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو کیا کرو گے؟" چند دن پہلے کہے گئے احسن کے لفظوں کی بازگشت نے اس کے ہلکے پھلکے ہوتے وجود کو یکدم بوجھ تلے دبا ڈالا تھا۔

جس وقت احسن نے یہ بات کی تھی تب بھی وہ اندر تک لرز اٹھا تھا اور اب تھوڑی دیر پہلے والا اطمینان اور اندر تک اترتی سرشاری کہیں معدوم ہو چکی تھی۔ لمحے بھر میں وہ حد درجہ پریشان اور مضطرب ہو کر رہ گیا تھا۔

اضطراب کے عالم میں وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بے چینی سے یہاں سے وہاں چلنے لگا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

کیسے اس کے بارے میں معلوم کرلے؟

"مے آئی کم ان سر؟" اسی اثناء میں پینتالیس سالہ توقیر صاحب دروازے پر دستک دے کر اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

تو وہ خود کو سنبھالتا دوبارہ اپنی چیئر پر جا بیٹھا۔

"یس کم ان توقیر صاحب۔" وہ کل رات ہی آسٹریلیا کے ٹور سے واپس آیا تھا اور اب توقیر صاحب اسے آفس سے متعلق گزشتہ ایک ماہ کے دوران ہونے والی تفصیلات سے آگاہ کر رہے تھے جن کو وہ غائب دماغی سے سن رہا تھا۔

"اس کے علاوہ آپ کی غیر موجودگی میں میں نے دو ایمپلائیز کو کمپیوٹر سیکشن کے لیے اپائنٹ کیا تھا۔ ان میں سے ایک جبران خان ہیں جبکہ دوسری ایمپلائے ماہین عزیز ہیں اور فیکٹری کے۔۔۔"

"دونوں ایمپلائیز کا ڈیٹا ہے آپ کے پاس؟" ماہین عزیز کے نام پر اس نے یکدم چونک کر سامنے بیٹھے توقیر صاحب کو دیکھا جو فائل میں درج تمام پوائنٹ کو باری باری پڑھ کر سنا رہے تھے۔

"یس آف کورس سر۔" توقیر صاحب نے خاصے پُراعتماد انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے آپ مجھے ان کا ڈیٹا بھجوا دیجیے میں ان ایمپلائیز کے بورڈنگ ریکارڈز کو چیک آؤٹ کرنا چاہتا ہوں۔ باقی تفصیل میں آپ سے بعد میں معلوم کرلوں گا۔"

اپنے چہرے کے تاثرات اور اندرونی حالت کو بمشکل چھپاتے ہوئے عام سے انداز میں کہا پھر ٹیبل پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ توقیر صاحب اٹھ کر جا چکے تھے جبکہ وہ اضطراری کیفیت میں چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے توقیر صاحب کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ توقیر صاحب ہاتھ میں دونوں ڈیٹا فائلز اٹھائے اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تو اس نے تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر فائلز تھام لیں۔

"تھینک یو توقیر صاحب۔" وہ اتنا کہہ کر ماہین عزیز کی ڈیٹا فائل کی جانب متوجہ ہو گیا۔

توقیر صاحب جا چکے تھے۔

"میں ایم سی ایس کر کے رہوں گی' دیکھ لینا۔" کوالیفیکیشن پروفائل میں درج ماہین عزیز کی کوالیفیکیشن پر نظر پڑتے ہی اس کے کانوں میں اس کی یقین سے بھرپور آواز سنائی دی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ شروع سے ہی کمپیوٹر میں انٹرسٹڈ تھی اور اسی لیے ایم سی ایس کرنا چاہتی تھی لیکن پھپھو بالکل نہیں چاہتی تھیں کہ وہ ایم سی ایس کرے کیونکہ وہ تو پہلے ہی اس کی کمپیوٹر میں حد درجہ دلچسپی سے خائف رہتی تھیں۔ اگر وہ ایم سی ایس کرنے کا ارادہ کرتی تو یقیناً اس کی صورت کسی کو بھی دیکھنے کو نہ مل پاتی۔ لیکن وہ ماہین ہی کیا جو کہہ کر پیچھے ہٹ جاتی۔

اس کے ارادے کی مضبوطی پر وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ پھر اچانک کچھ یاد آنے پر وہ انتہائی عجلت میں مطلوبہ پروفائل پر پہنچا۔ پرسنل پروفائل میں موجود Marital Status (ازواجی درجہ) پر اس کی نظر ٹھہر سی گئی تھی۔ نہ جانے آگے کیا لکھا ہو گا؟ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ آگے پڑھنے کی سکت وہ خود میں ہرگز پیدا نہیں کر پا رہا

تھا۔ اگر۔۔۔ اگر وہ میرڈ ہوئی تو۔۔۔؟

"نہیں، نہیں۔" اس خیال کے ساتھ ہی اس نے غیر ارادی طور پر ڈیٹا فائل بند کی اور تیز چلتی سانسوں کی رفتار کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"وہ صرف میری تھی اور میری ہی ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں خود سے مخاطب ہوا۔ پھر ٹیبل پر رکھی ماہین عزیز کی فائل کو اٹھا کر دیکھنے لگا اور اس بار بھی اس کا دل انجانے خدشے کے تحت زور سے دھڑک اٹھا تھا لیکن کبھی تو یہ عقدہ کھلنا تھا تو پھر ابھی کیوں نہیں؟

یہی سوچ کر اس نے فائل کے صفحے پلٹنے شروع کر دیے اور کوالیفکیشن پر وفائل پر اس کی نظر ٹھہر گئی۔ Marital Status کی لائن میں Unmarried کا لفظ پڑھتے ہی گویا اس کا دل اپنی جگہ پر آرکا تھا اور بے ترتیب سانسوں کو یکدم قرار سا مل گیا تھا۔

اس نے انتہائی اطمینان بھرا سانس اپنے اندر اتارا پھر زیر لب مسکراتے ہوئے فائل بند کر کے ٹیبل پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھتے ہوئے چیئر سے مطمئن انداز میں ٹیک لگائے اسے سوچنے لگا جس کو وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر پایا تھا اب اچانک اسے اپنے سامنے دیکھنے کی خواہش اس کے سینے میں مچلنے لگی تھی۔

وہ بے تابی سے سیدھا ہو بیٹھا اور اس سے ملنے، اس سے باتیں کرنے اور اسے جی بھر کر دیکھنے کا طریقہ سوچنے لگا۔

"مس کرن ابھی پورے اسٹاف کو میٹنگ روم میں کلیکٹ کیجیے ایک ارجنٹ میٹنگ کرنی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے کچھ سوچ کر انٹر کام پر اسسٹنٹ کو ہدایت دی پھر اس کی فائل اٹھا کر پیپر پر لکھے اس کے نام کو محبت سے تکنے لگا۔

"ماہین عزیز۔" اگلے دس منٹ بعد جس وقت وہ میٹنگ روم میں داخل ہوا لمبی میز کے آمنے سامنے رکھی چیئرز پر کمپنی کا پورا اسٹاف براجمان اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کو میٹنگ روم میں داخل ہوتے دیکھ کر سب یک لخت اپنی اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"پلیز سیٹ۔" وہ سائیڈ پر رکھے ڈائس کی طرف بڑھتے ہوئے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا تو اس کے ڈائس پر پہنچتے ہی سب اس کی پریشن پر اپنی اپنی چیئرز پر بیٹھ گئے۔

"آپ سب کو اچانک کال کرنے کا مقصد آپ کو انفارم کرنا تھا کہ آسٹریلیا کی جس کمپنی سے ہماری کمپنی کا دو سالہ معاہدہ ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔" وہ بڑی روانی سے انگلش لب و لہجے میں باری باری سب کی جانب دیکھتے ہوئے مخاطب تھا۔ جبکہ اس کے بتانے پر سب کے چہروں پر خوشی پھیل گئی اور اس سمیت سب ایک دوسرے کو اتنی بڑی کامیابی پر مبارکباد دینے لگے۔ اس دوران اس نے اپنے بائیں رو میں تیسری سیٹ پر بیٹھی ماہین عزیز کو بڑی محتاط نظروں سے دیکھا جو ٹیبل پر رکھے پیپرز پر توجہ مرکوز کیے گرد و پیش سے لاتعلق سی بیٹھی تھی۔

ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد دوسری نظر اس نے پورے اسٹاف پر دوڑائی پھر دوبارہ اپنے سابقہ انداز میں گویا ہوا تو پورا اسٹاف اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مجھے آپ کی محنت اور کمپنی سے آپ کی محبت آپ کے بہترین کام کی صورت میں نظر آجاتی ہے لیکن اس بار میں اگر ان دونوں چیزوں پر زور دے رہا ہوں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آسٹریلیا کی کمپنی سے ہونے والا ہماری کمپنی کا یہ پہلا کانٹریکٹ ہے۔ فرسٹ امپریشن از دا لاسٹ امپریشن سو میری آپ سب سے بہت زیادہ توقعات ہیں جن پر آپ کا پورا اترنا میرے لیے اور کمپنی کے لیے نہایت اہم اور فائدہ مند ہے۔"

پندرہ منٹ کی اسپیچ دینے کے بعد اب وہ اپنی چیئر پر آبیٹھا تھا۔

بے اختیار اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور یہی وہ لمحہ تھا جب وہ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ وہ فوراً نظریں جھکا گئی۔

"ماہین عزیز آئی وانٹ ٹو ٹیک یور انٹروڈکشن اینڈ

یوراونہنیو لیاؤٹ آر کمپنی پلیز۔" (میں آپ کا تعارف اور کمپنی کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔)

اس کے مخاطب کرنے پر وہ لمحہ کی تاخیر کیے بغیر اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور نہایت مطمئن انداز میں چلتی ہوئی اس کی چیئر کے بائیں جانب رکھے ڈائس پر جا کھڑی ہوئی اور دھیمے مگر پر اعتماد انداز میں اپنا انٹروڈکشن کرانے لگی۔

بولتے بولتے اس نے ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی جو اپنی ریوالونگ چیئر کا ہلکا سا رخ اس کی جانب موڑے دائیں ہاتھ کی کہنی ٹیبل پر ٹکائے بند مٹھی کو ٹھوڑی کے نیچے رکھے اس کے چہرے پر نظریں جمائے انتہائی وارفتگی سے اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔ اسے یوں مسلسل اپنی جانب دیکھتا پاکر ______

ایک لمحہ کے لیے اسے اپنی آواز میں ہلکی سی لرزش محسوس ہوئی مگر جلد ہی اس نے اس پر قابو پاتے ہوئے انٹروڈکشن کمپلیٹ کیا اور دوبارہ اپنی سیٹ پر جا بیٹھی تو اس نے فوراً "میٹنگ اوور کردی۔

"ماہین عزیز۔" ایک ایک کرکے سب روم سے باہر نکل رہے تھے جب اس نے اسے پکارا۔

اس کی آواز پر بے اختیار اس کے قدم اپنی جگہ پر جم سے گئے تھے۔ چند ثانیے بعد اس نے پلٹ کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھا جو ٹیبل پر رکھی فائل پر سائن کرنے میں مصروف تھا۔ اسی لمحے اس نے فائل بند کی اور سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی پھر چیئر چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کیسی ہو؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے دھیمے لہجے میں اس کی خیریت دریافت کی۔

"ٹھیک ہوں۔" اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے اس نے مختصر جواب دیا۔

"تمہیں یہاں اس طرح اچانک دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں۔"

"تمہیں مجھے دیکھ کر خوشی ہوتی۔ تو یوں سب کے سامنے مجھے کنفیوز کرنے کی کوشش نہ کرتے۔" اس کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولی تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں تمہیں کنفیوز کیوں کروں گا بھلا میں تو جسٹ آفیشل فارملیٹی پوری کر رہا تھا کوئنک۔"

"ڈائس پر کھڑے شخص کو مسلسل دیکھتے رہنا تمہاری کون سی فارملیٹی میں شامل ہے مسٹر عدید مہران۔"

ایک بار پھر اس کی بات پوری سنے بغیر وہ قدرے طنزیہ لہجے میں بولی۔ تو وہ اس کی بات پر یکدم امڈ آنے والی مسکراہٹ کو نہ دبا سکا اور خاموش ہو گیا پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد قدرے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"تمہیں دیکھنے کا اور دیکھتے رہنے کا اختیار تو تم کیا خود میں بھی اپنے آپ سے نہیں چھین سکتا۔ کیونکہ تمہیں نہ دیکھوں تو سانس رک رک کر آنے لگتا ہے میرا۔" نہ جانے اس کے دھیمے لہجے میں کیا بات تھی کہ وہ ایک لمحے کے لیے کچھ بھی نہ کہہ پائی پھر خاصے چبھتے والے انداز میں بولی۔

"جن کو دیکھے بغیر سانس رک رک کر آنے لگتا ہے نا ان سے اتنا عرصہ دور نہیں رہا جاتا مسٹر اشتراث۔" اتنا کہہ کر کہ وہ جانے کے لیے آگے کی جانب بڑھ رہی تھی جب وہ ایک بار پھر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تو وہ یکدم رک گئی اور ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر اپنا رخ دوسری جانب پھیر لیا۔

"پانچ سال تم سے دور رہا ہوں تو وہ صرف تمہاری وجہ سے۔ تمہاری مرضی کے مطابق کیا جو بھی کیا۔ کیونکہ تم ہی تم تو میری شکل ہی نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔ یہی کہا تھا نا تم نے مجھ سے تو ایسے میں کیا کرتا میں کہاں جاتا میرا تو ہر راستہ تمہاری طرف ہی جاتا تھا اور تم نے میرے لیے تمام راستے بند کر ڈالے تھے۔ تم سے دور میں نہیں ہوا تھا بلکہ، بلکہ تم نے مجھے خود سے دور کر دیا تھا۔" وہ ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا جبکہ لہجے میں دکھ پنہاں تھا۔

"میں نے کہا تھا تمہیں دور رہو اور تم ہو گئے تھے تو کیا پرابلم ہے کیوں بات کر رہے ہو مجھ سے اس لیے دور کیا تھا نا تو دور ہی رہو۔"

قطعی انداز میں کہہ کر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

اسے اس کے سخت رویے کی توقع تھی اس کے باوجود اس کے الفاظ نے بے حد تکلیف پہنچائی تھی۔ گلے کئی لمحوں تک وہ اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا پھر آہستہ سے قدم اٹھاتا اپنے آفس کی طرف چل پڑا۔

☼ ☼ ☼

"ماہین۔" جب سے وہ آفس سے آئی تھی کچھ چپ چپ سی تھی۔ کسی سے بھی زیادہ بات نہیں کر رہی تھی اور اب پچھلے آدھے گھنٹے سے ٹیبل پر رکھے کھانے کو کھانے سے زیادہ غور سے دیکھنے پر اکتفا کر رہی تھی جب فاطمہ بجو کی آواز پر اس نے چونک کر سامنے کی جانب دیکھا۔ فاطمہ بجو زین کے لیے چولہے پر رکھے گرم دودھ کو گلاس میں انڈیل رہی تھیں۔

"جی۔" اس نے ہاتھ میں لیا نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے جب سے آفس سے آئی ہو کھوئی کھوئی سی ہو' خیریت تو ہے نا۔" بجو نے تشویش سے اس کی طرف دیکھا۔

"بالکل خیریت ہے بجو آپ پریشان مت ہوں۔" وہ مسکرا کر کہتی دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"پریشان کیسے نہ ہوں پہلے تم آفس سے آنے کے بعد ایک ایک گھنٹہ زین اور بانی کے ساتھ کھیلتی تھیں ان سے ڈھیروں باتیں کرتی تھیں لیکن آج ہاف ڈے تھا اس کے باوجود تم۔۔۔"

"وہ اصل میں بجو آج کام بہت زیادہ تھا میں تھک گئی تھی بس اسی وجہ سے ٹائم نہیں دے پائی۔" وہ ان کی بات پوری سنے بغیر جلدی سے وضاحت دینے لگی۔

"تو مت کیا کرو نا اتنا کام میری جان۔" انہوں نے محبت سے بھرپور لہجے میں اس کے معصوم سے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ ان کی بات سن کر وہ محض مسکرا کر رہ گئی۔

"تم ایسا کرو تھوڑی دیر ریسٹ کر لو' شام کو فریش اٹھو گی۔ ٹھیک ہے؟"

انہوں نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پیار سے کہا تو وہ فوراً" ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے یہ کیا پہلے کھانا تو مکمل کر لو۔" اسے ہاتھ میں لیے نوالے کو پلیٹ میں رکھتے دیکھ کر انہوں نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"نہیں بجو مجھے بھوک نہیں ہے اتنا بھی میں نے بہت مشکل سے کھایا ہے۔ رات کو فل ڈنر کر لوں گی آپ کے ساتھ' اوکے؟"

اس نے منانے والے انداز میں ان کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ چپ ہو گئیں۔

"اچھا تم اپنے کمرے میں جاؤ میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔" ان کے کہنے پر وہ خاموشی سے کچن سے باہر نکل آئی اور اپنے کمرے میں آ کر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

جب سے اس کا سامنا عدید سے ہوا تھا وہ ذہنی طور پر ڈسٹرب ہو کر رہ گئی تھی۔ اتنے برسوں بعد اچانک اسے دیکھ کر ایک دم سے وہ سب یاد آنے لگا تھا جس کو وہ کب سے بھلانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ لیکن اسے دیکھ کر لگا کہ وہ تو کچھ بھی بھول نہیں پائی تھی۔ سب کچھ پہلے دن کی طرح اس کے ذہن کے خاکے پہ نقش تھا۔

عدید مہران کے ساتھ گزارا ایک ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے اسکرین کی مانند چل رہا تھا۔ کس قدر خوب صورت تھے وہ دن جب وہ اس کے ساتھ تھا اور صرف اس کا تھا لیکن پھر نہ جانے ایسا کیا ہوا تھا جس کے باعث وہ اس سے اتنی دور چلا گیا تھا کہ وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

وہ بڑھ کر قدموں سے چلتی ہوئی کمرے میں موجود واحد کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی اور آسمان کو تکنے لگی۔

Digestlibrary.com

"ماہین کہاں ہو تم میں کب سے تمہارا نمبر ٹرائی کر رہی ہوں لیکن تم ہو کہ ـــ نہ جانے کن خیالوں میں گم ہو۔ میرا فون ہی ریسیو نہیں کر رہیں۔"

وہ بالکل خالی ذہن کے ساتھ آسمان پر نظریں جمائے ڈھلتی شام اور فضا میں پرندوں کی بچتی بازیب کو سننے میں محو تھی جب سویرا کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر سویرا کی جانب دیکھا جو ہاتھ میں پکڑی چائے کی ٹرے کو ٹیبل پر رکھ رہی تھی جو بجو نے اسے تھمادی تھی۔

"کہیں ہوں اور مجھے کہاں ہونا ہے؟" وہ سویرا کی طرف بڑھتے یاسیت سے مسکرا کر بولی پھر اس کے گلے لگ گئی۔

"کیا ہوا' سب ٹھیک تو ہے نا؟" اسے یوں اپنے گلے لگتے دیکھ کر سویرا تشویش سے بولی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بہت پریشانی میں بے اختیار اس کے گلے لگ جاتی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" وہ سویرا سے الگ ہوتے ہوئے بمشکل مسکرا کر بولی۔

"لیکن مجھے تو لگ رہا ہے کہ کچھ ہے جو ٹھیک نہیں ہے۔" سویرا نے جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بیٹھو نا چائے پیو۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور ایک مگ سویرا کی طرف بڑھا دیا جس کو اس نے خاموشی سے تھام لیا۔

"اب تم مجھے بتاؤ گی کہ کیا ہوا ہے تم ٹینس کیوں ہو؟"

وہ چائے کے گھونٹ اپنے حلق میں اتار رہی تھی جب سویرا کو کھدبد ہونے لگی۔ اس نے مگ ٹیبل پر رکھ دیا اور پھر دن بھر کی روداد اسے سنا ڈالی۔ جس پر سویرا حیرت سے اس کو تکنے لگی۔

"وہاٹ۔" سویرا بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یو مین تم نے ابھی ایک ماہ پہلے جس کمپنی کو جوائن کیا ہے اس کو عدید مہران اون کر رہا ہے۔" سویرا نے استفسارانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں اور مجھے یہ بات آج معلوم ہوئی ہے وہ پچھلے ایک مہینے سے آؤٹ آف کنٹری تھا اور اس کی غیر موجودگی میں تو قیر صاحب جو کہ کمپنی کے ایم ڈی ہیں وہی سب دیکھ رہے تھے۔ مجھے اسی لیے یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی کہ کمپنی کا اونر کون ہے اور کہاں ہوتا ہے؟ اب جب مجھے پتا چل گیا ہے تو میں ـــ یہ جاب چھوڑ دوں گی۔"

"وائے' تم' تم ایسا کیوں کرو گی ماہین۔" اس کا رد جان کر سویرا نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ جو قدرے لاپرواہی سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر لگی کیوٹکس کو دیکھنے میں مصروف تھی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اس وقت پورے گھر کی ذمہ داری تم پر ہے۔ اگر تم ہی جاب چھوڑ کر گھر پر بیٹھ جاؤ گی تو تمام گھر والوں کا کیا ہو گا۔ آنٹی' فاطمہ بجوان کے بچے اور مریم۔ سب تم پر ڈیپنڈ کرتے ہیں اور تم ہو کہ ـــ"

"تو میں کون سا اپنی ذمہ داریوں سے انکار کر رہی ہوں۔ میں تو اس جاب کو چھوڑنے کی بات کر رہی ہوں کیونکہ ـــ"

"کیونکہ کیا؟" سویرا ایک بار پھر تیزی سے اس کی بات کاٹ کر بحث کرنے والے انداز میں بولی۔

"کیونکہ جس کمپنی میں تم جاب کر رہی ہو اس کو عدید مہران اون کر رہا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا ریزن ہے تمہارے پاس اتنی اچھی جاب چھوڑنے کا تو بتاؤ۔" سویرا کی بات سن کر وہ ایک لمحے کے لیے بالکل خاموش ہو گئی۔ پھر آہستگی سے بولی۔

"تم مجھے نہیں سمجھ سکتیں سویرا۔"

"ہاں تمہاری بے وقوفیوں کو میں واقعی نہیں سمجھ سکتی۔ لیکن یاد رکھنا یہ جاب چھوڑ کر تم بہت بڑی غلطی کرو گی۔ تمہیں پتا ہے نا کتنی مشکل اور تگ و دو کے بعد تمہیں یہ جاب ملی تھی اب اتنی آسانی سے اس کو چھوڑنا عقلمندی نہیں ہے ماہین۔" اسے چپ دیکھ کر سویرا نے قدرے نرمی سے اسے سمجھایا۔ جو لب ابھی

بھی سی لگ رہی تھی۔

"تمہارا پرابلم کیا ہے؟" اسے تذبذب کا شکار ہوتے دیکھ کر سورا نے محبت سے اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا تو اس نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا پھر آنکھوں میں آئی نمی کو ایک ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"تم جانتی تو ہو میں اسے ہر روز فیس نہیں کر سکتی ہوں۔ میں اپنا بھرم نہیں کھونا چاہتی اس کے سامنے۔"

"بی بریو ماہین۔ وہ وہی عدید مہران ہے۔ جس کی موجودگی تمہیں Protect کرتی تھی۔" سورا نے پیار سے اس کی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا لیکن اس نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ پرے کر دیے اور تیزی سے گویا ہوئی۔

"وہ وہی عدید مہران ہی تو نہیں ہے سورا جبھی تو اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔ جس طرح اس نے میرا مان توڑا ہے میں کبھی نہیں بھلا سکتی۔ مجھے اس وقت بالکل تنہا چھوڑ کر چلا گیا وہ جب مجھے اس کی ضرورت تھی۔ لیکن اب کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے اس کی۔"

آخری بات کہتے ہوئے اس نے سختی سے آنکھوں میں آئے آنسو رگڑ کر صاف کیے اور خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اس کی یہ کنڈیشن دیکھ کر سورا فوراً کچھ بھی نہ بول سکی پھر تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد سمجھانے والے انداز میں قدرے نرمی سے گویا ہوئی۔

"آئی انڈر اسٹینڈ ماہین۔ لیکن میں پھر بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ اس وقت ان سب باتوں سے ہٹ کر صرف اپنے گھر والوں کے بارے میں سوچو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بالفرض تم یہ جاب چھوڑ بھی دیتی ہو تو کیا گارنٹی ہے کہ تمہیں اگلے ہی دن اچھی سی جاب مل جائے گی۔ ایسے میں گھر کا کرایہ، گھر کا خرچ، بچوں کی اسکول فیس اور مریم کی شادی یہ سب کس طرح ممکن ہے پلیز سوچنا ضرور اس بارے میں۔ تم بھول جاؤ کہ تم کہاں جاب کر رہی ہو اور کیسے؟" سورا کی بات سن کر وہ چپ ہو گئی تھی۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ پچھلے کئی ماہ اس کے گھر والوں نے جتنی تکلیف میں گزارے تھے اس کا احساس اب بھی باقی تھا۔ جبکہ اس جاب کی سیلری اتنی اچھی تھی کہ ایک ماہ میں ہی بہت سی ضروریات پوری ہو گئی تھیں۔ بچوں کی اسکول فیس سے لے کر امی کی دوائیاں اور مریم کے لیے بھی وہ تھوڑا بہت پس انداز کر چکی تھی۔

"اچھا میں اب چلتی ہوں ماما انتظار کر رہی ہوں گی۔"

سورا اسے سوچتا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی تو وہ اپنے آپ میں الجھ کر رہ گئی۔

کیا کرے، کیا نہ کرے کی پوزیشن میں وہ کافی دیر تک ایک ہی جگہ پر بیٹھی رہی۔ سورا کی باتوں نے اسے کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ جب وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی تو سر جھٹک کر بیڈ پر آلیٹی۔

"خالہ جانی۔" وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی جب چھ سالہ ہانی اور چار سالہ زین اسے پکارتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر آبیٹھے تو وہ فوراً ان کی جانب متوجہ ہو گئی اور انہیں اپنے قریب بٹھا لیا۔ انہیں دیکھتے ہی وہ تھوڑی دیر پہلے والی ساری کلفت دور ہو گئی تھی۔ ان کی معصوم سی باتوں نے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

"خالہ جانی آپ میرے لیے ایروپلین لائیں گی نا۔"

"اور میرے لیے باربی۔" اچانک باتوں کے دوران زین اور ہانی باری باری اپنی فرمائشیں سنانے لگے تو وہ بے اختیار ان کے گالوں پر پیار کرنے لگی۔

"جی ہاں ضرور لاؤں گی میری جان۔"

"ماہین امی کی میڈیسن لیتی آنا کل آفس سے واپسی پر۔" اسی وقت بجو کمرے میں داخل ہوئیں اور اس کی طرف نسخہ بڑھایا اور مزید گویا ہوئیں۔

"ماہین تم ان کی فضول فرمائشوں پر ذرا کان مت دھرا کرو ان کا بس چلے تو یہ۔"

"اونہہ بجو! ایسی باتیں مت کیا کریں پلیز ان کی چھوٹی چھوٹی سی خواہشیں پوری کر کے مجھے جتنی خوشی ملتی ہے اس کا آپ کبھی اندازہ نہیں لگا سکتیں۔" اس نے ان کی پوری بات سنے بغیر جلدی سے کہا۔ اس کے لہجے میں ان دونوں کے لیے جھلکتی محبت کو وہ با آسانی محسوس کر سکتی تھیں لیکن آئے دن کی فرمائشوں کے باعث وہ اسے اکثر منع کرتی تھیں پر اس بارے میں وہ ان کی ایک نہیں سنتی تھی۔

"میں اس لیے کہتی ہوں ماہین کہ..."

"جی نہیں آپ کچھ نہیں کہیں گی یہ بتائیں مریم کے سسرال والے کب آ رہے ہیں کھانے پر؟" اس نے بات کا رخ پلٹ دیا۔

"اسی جمعہ کو آ رہے ہیں میں نے چیزوں کی لسٹ بنا دی ہے صبح یاد سے لیتی جانا۔ میں چاہ رہی ہوں جمعہ آنے میں ابھی تین دن باقی ہیں تو کچھ تیاری پہلے سے ہی مکمل کر لوں تاکہ وقت پر کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔ آخر کو وہ لوگ پہلی بار آ رہے ہیں۔ سب کچھ بہت اچھا ہونا چاہیے نا۔" جب سے مریم کی بات پکی ہوئی تھی امی اور بجو بے حد خوش تھیں۔ رضوان ہر لحاظ سے مریم کے لیے بہترین لڑکا تھا۔ امی اور بجو دونوں جلد سے جلد مریم کی شادی کی خواہش مند تھیں۔ بجو کے چہرے سے جھلکتی خوشی کو دیکھ کر وہ اندر تک سرشار ہو گئی تھی۔

"آپ بالکل فکر نہ کریں بجو ان شاء اللہ سب کچھ بہت اچھا ہی ہو گا۔ آپ مجھے وہ لسٹ دے دیجیے گا میں سارا سامان لے آؤں گی۔" وہ انہیں تسلی دینے والے انداز میں بولی تو بجو محبت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"اللہ تمہیں بہت خوش رکھے۔ میں سوچتی ہوں اگر تم نہ ہوتیں تو ہمارا کیا بنتا' کتنا مشکل ہو جاتا وقت گزارنا؟" بجو آبدیدہ ہو رہی تھیں۔ وہ بے چین ہو اٹھی۔

"بجو پلیز ایسا مت کہیں۔ اگر آج ہم خود کو اچھے طریقے سے اسٹیبلش کر پائے ہیں تو اس میں صرف میرا ہی نہیں ہم سب کا ہاتھ ہے۔ میں وہ وقت نہیں بھولی جب آپ محض چند سو روپوں کی خاطر اسکول جاب کرتی تھیں جس کی پرنسپل اتنی سخت تھی۔ اس وقت اگر میری ایجوکیشن کمپلیٹ ہوتی تو میں کبھی بھی آپ کو وہ جاب کرنے نہ دیتی۔"

"تو اب کون سا کرنے دیتی ہو؟" بجو نے شرارتی انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں کرنے دوں۔ میں ہوں نا پھر کیا ضرورت ہے کسی کو کچھ کرنے کی۔" اس نے محبت سے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو بجو دھیرے سے مسکرا دیں۔

وہ جانتی تھیں کہ وہ انہیں جاب کیوں نہیں کرنے دیتی۔ ان کی کمر میں مسلسل رہنے والے درد نے جہاں انہیں ادھ موا کر ڈالا تھا وہیں اسے بھی اپنی ذمہ داریوں سے باور کرا دیا تھا ورنہ ابھی تو وہ نہ جانے کیا کیا پڑھنا چاہتی تھی لیکن بدلتے حالات نے اس کے اندر پنپتے سارے خوابوں کو اس کی آنکھوں سے کوسوں دور کر ڈالا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہیں بجو؟" اس کی آواز پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں پھر آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کچھ نہیں تم اب آرام کرو' صبح آفس بھی جانا ہے تمہیں۔ چلو ہانی' زین آجاؤ بیٹا خالہ کو ریسٹ کرنے دو اٹھو شاباش۔" وہ اسے کہہ کر ان دونوں سے مخاطب ہوئیں جو اس کے قریب ہی بیڈ پر ایک دوسرے کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھے۔ ان کے کہنے پر فوراً" بیڈ سے نیچے اتر آئے اور بجو کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

ان کے جانے کے بعد وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے ہاتھ میں پکڑے اس نسخے کو تکنے لگی جو تھوڑی دیر پہلے بجو نے اسے تھمایا تھا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اس وقت پورے گھر کی ذمہ داری تم پر ہے۔ اگر تم ہی جاب چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤ گی تو تمام گھر والوں کا کیا ہو گا۔ آنٹی' فاطمہ' بجو ان کے بچے اور مریم سب تم پر ڈیپنڈ کرتے ہیں اور تم ہو کہ۔" تھوڑی دیر پہلے کہے گئے سویرا کے الفاظ اس

ے کانوں میں گونجے۔
"خالہ جانی آپ میرے لیے ایروپلین لائیں گی نا؟"
"اور میرے لیے باربی۔"
زین اور ہانی کے معصوم سے چہرے اس کی نظروں کے سامنے آٹھہرے جو کہتے ہوئے بڑی آس سے اسے دیکھ رہے تھے۔ یکدم اس کے دل کو نہ جانے کیا ہوا وہ سیدھی ہو بیٹھی۔
"ٹھیک کہتی ہے سویرا مجھے بھول جانا چاہیے کہ میں کہاں جاب کر رہی ہوں۔ مجھے تو اپنے کام سے غرض ہونی چاہیے ناں" وہ خود سے ہمکلام تھی۔
تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد مطمئن انداز میں بیڈ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندے نیم دراز ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

"چل یار' اب میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا ابھی اٹھ اور مجھے میرے فیورٹ ہوٹل میں کھانا کھلا۔ اٹھ جا شاباش۔"
لاؤنج میں داخل ہوتے ہی احسن نے باآواز بلند جوش سے معنی خیز انداز میں کہا پھر آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا چاہا تو اس نے سوالیہ نظروں سے احسن کی جانب دیکھا۔
"کس خوشی میں؟"
"کمال کرتے ہو یار تمہیں تو میرے کہنے سے پہلے شاندار سی پارٹی کا اہتمام کرونا چاہیے تھا میرے لیے۔ لیکن تم ہو کہ خوشی کی وجہ پوچھ رہے ہو؟" احسن شکوہ کرتے اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔
"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔
"چار سال بعد تمہیں ماہین ملی ہے اور تم خوشی کی وجہ پوچھ رہے ہو اسٹرینج۔" احسن نے باقاعدہ طور پر اسے گھورا۔
"وہاٹ یو مین ملی ہے؟" وہ ریموٹ سے ٹی وی آف کر کے احسن کی طرف دیکھ کر تصحیح کرنے والے انداز میں گویا ہوا۔
"وہ مجھے ابھی صرف دکھائی دی ہے' ملی نہیں ہے یار۔"
"دکھائی دی ہے تو ان شاء اللہ مل بھی جائے گی۔ تم دکھائی دینے کی تو ٹریٹ دو جب ملے گی تو اس کے بدلے میں تو دیکھنا میں تم سے کتنی بار ٹریٹ لیتا ہوں۔"
احسن کی بات پر وہ آہستگی سے مسکرا دیا۔
"ہوں' تمہاری مسکراہٹ دیکھ کر لگتا ہے منزل قریب قریب ہی ہے' ہے نا؟" اتنے دنوں بعد اسے خوش دیکھ کر احسن کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔
"ہاں شاید۔" تھوڑی دیر پہلے والی مسکراہٹ اس کے چہرے سے معدوم ہو چکی تھی۔
"شاید کیوں یقیناً' کیوں نہیں؟" احسن نے اچنبھے سے اسے دیکھا جس کے لہجے سے چھلکتی یاسیت کو وہ باآسانی محسوس کر سکتا تھا۔
"میں اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ مجھے بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی۔ ایون وہ میرے روم میں آنے سے بھی گریز کرتی ہے۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا میں کیسے اسے کونوینس کروں؟" وہ حقیقتاً پریشان دکھائی دے رہا تھا۔
"آئی تھنک تمہیں کچھ زیادہ ٹائم spend کرنا پڑے گا اسے کونوینس کرنے کے لیے۔" احسن نے کہا۔
"کچھ زیادہ نہیں بہت زیادہ۔" اس نے تپ کر ایک بار پھر احسن کی تصحیح کرتے ہوئے کہا تو احسن اپنی ہنسی نہ دبا سکا اور بے ساختہ ہنس پڑا تو وہ اسے گھورے بغیر نہ رہ سکا۔
"تمہیں مجھ پر غصہ آ رہا ہے یا ماہین پر سچ بتانا یار۔" احسن دوستانہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے استفسارانہ انداز میں بولا۔
"بہت بہتر ہو گا اگر تم اس وقت مجھ سے بات نہ کرو تو۔" اس نے اپنے کندھے پر رکھے احسن کے ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے ناراضی سے کہا۔

"سوری یار مذاق کر رہا تھا۔ غصہ نہ کھا چل کسی اچھی سی جگہ پر چلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں غصے میں کیا رکھا ہے؟" احسن نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے آرام سے کہا پھر اسے باہر لے آیا۔

"عدید یار تم اسے کہیں باہر لے جا کر بات کرو۔ ہو سکتا ہے۔"

"بہت خوب احسن بہت خوب۔" اس نے جلے جلے سے انداز میں اسے سراہا۔

"وہ مجھ سے آفس میں بات کرنا پسند نہیں کرتی۔ غلطی سے اگر میں اسے نظر آجاؤں تو وہ مجھے اس طرح اگنور کرتی ہے جیسے مجھے جانتی ہی نہ ہو اور تم کہہ رہے ہو میں اسے کہیں باہر لے جاؤں۔ آئی ایم شیور وہ یہ سب میرے ساتھ باہر جانے کے لیے ہی تو کر رہی ہے۔"

وہ گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہوئے بولا۔ وہ بری طرح کھولا ہوا تھا احسن کی بات پر۔

"سوری یار میں نے تو بس یونہی کہہ دیا تھا۔" احسن اس کی حالت سے اچھی طرح محظوظ ہو رہا تھا۔ اسے یوں بات بات پر چڑتے دیکھ کر احسن کو خوامخواہ ہنسی آرہی تھی۔

"ارے یہ کیا یار یہاں گاڑی کیوں روک دی؟" احسن کی ہنسی کو یکدم بریک لگ گئے تھے۔

"تم نے کھانا نہیں کھانا؟" اس نے بدستور اسی انداز میں احسن سے پوچھا۔

"کھانا ہے یار لیکن تم جانتے ہو میں چائنیز شوق سے نہیں کھاتا پلیز تم کسی اچھے سے ہوٹل میں لے چلو۔" احسن نے التجا کی جس کو اس نے فوراً" نظرانداز کر دیا۔

"اتنی دیر سے لطف اٹھا رہے ہو میرے دوست تھوڑا سا لطف اور سہی۔" وہ جانتا تھا احسن کو چائنیز کھانے کچھ خاص پسند نہیں تھے لیکن اب وہ احسن کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا جس کی شکل اتر سی گئی تھی اور اب وہ اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ابھی تو وہ مجھے دکھائی دی ہے اس لیے یہاں لایا ہوں جب وہ مجھے مل جائے گی ناں تو پرامس یار شہر کے سب سے بہترین چائنیز ریسٹورنٹ میں لے کر آؤں گا۔ چلو باہر آؤ اب اس طرح چیونگم والی نظروں سے نہ دیکھو مجھے جو صرف شوہر کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ نکلو باہر۔"

احسن کی حالت دیکھ کر وہ اب قدرے پرسکون تھا جو پچھلے آدھے گھنٹے سے بات بے بات اس پر ہنسے جا رہا تھا جبکہ احسن مظلوم ... نظروں سے کبھی اسے اور کبھی اس ریسٹورنٹ کی بلڈنگ کو تک رہا تھا۔

"بہت برا لگ رہا تھا نا، میں تمہیں ہنستے ہوئے" احسن اس کے ساتھ اندر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بے چارگی سے بولا۔ تو وہ کھل کر ہنس پڑا پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شگفتہ لہجہ میں گویا ہوا۔

"تم پوچھ رہے تھے کہ مجھے تم پر غصہ آرہا ہے یا اس پر تو مجھے اب سمجھ میں آیا ہے کہ مجھے تم پر غصہ آرہا تھا۔" وہ اب کی بار ہنستے ہوئے احسن سے مخاطب تھا۔

"اگر میری حالت تمہیں خوش رکھ سکتی ہے تو ہو جاؤ خوش۔" احسن ٹیبل پر رکھے جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیلتے ہوئے بولا۔ جبکہ وہ مسکراتے ہوئے مینو کارڈ دیکھنے لگا۔

☼ ☼ ☼

وہ کتنی ہی دیر سے ہاتھ میں پکڑی فائلز کو مسلسل دیکھے جا رہی تھی۔ جن پر سائن کرانا بے حد ضروری تھا لیکن وہ اپنے اندر اس کا سامنا کرنے کی ہمت مجتمع نہیں کر پا رہی تھی۔ اس وقت بھی شدید ضرورت کے باوجود وہ دوبار اس کے روم کے باہر سے ہی واپس پلٹ آئی تھی۔

"طوبیٰ۔" وہ پریشان پریشان سی اپنی سیٹ پر بیٹھی تھی جب اس نے اپنے کیبن ڈور کے سامنے سے گزرتی طوبیٰ کو پکارا جو غالباً" اسی کے آفس روم کی طرف جا رہی تھی۔

"ہاں۔" طوبیٰ رک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"تم سائن کرانے جا رہی ہو؟" طوبیٰ کے ہاتھ میں

پکڑی فائلز کو دیکھ کر اس نے پوچھا تو طوبیٰ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں بولو۔" طوبیٰ نے کہا۔

"یہ میری فائلز پر بھی سائن کرا دینا پلیز مجھے ابھی کچھ کام ہے اس لیے میں۔۔۔"

"تو پراجم میں لے جاتی ہوں۔" اس کی بات پوری ہونے سے بغیر۔۔۔ بھرپور خلوص کے ساتھ مسکرا کر کہا اور اس کے ہاتھ سے فائلز لے کر آگے کی جانب بڑھ گئی تو اس نے صد شکر ادا کیا اور اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔

"ماہین۔" کچھ ہی دیر بعد طوبیٰ کی آواز پر اس نے کمپیوٹر پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"سوری ماہین میں سائن نہیں کرا سکی۔ ایکچوئلی عدید سر بہت غصے میں ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں جس کا کام ہو وہ خود چیک کرائے آ کر۔"

طوبیٰ نے فائلز اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا پھر اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی تو وہ شش و پنج میں مبتلا کافی دیر تک یونہی بیٹھی رہی پھر اپنے اندر اپنی ساری ہمت جمع کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آخر کب تک وہ اس کا سامنا کرنے سے گریز کرے گی؟

جس وقت وہ ڈور ناک کر کے ادھ کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئی وہ ٹیبل پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ پر انتہائی محویت سے نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"مے آئی کم ان؟" اس نے اجازت طلب کی۔

"یس۔۔۔" مصروف مصروف سے انداز میں اس پر ایک نظر ڈال کر وہ دوبارہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

اس کی اجازت ملنے پر وہ متناسب قدم اٹھاتی اس کی ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چیئر پر بیٹھنے کو کہا جس کو اس نے فوراً نظر انداز کر دیا۔

"ان پیپرز پر سائن چاہیے تھے۔" اس کے سامنے ٹیبل پر فائلز رکھتے ہوئے اس نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو وہ لیپ ٹاپ پر سے نظریں ہٹا کر مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"بیٹھو۔" اس نے فائلز کھولتے ہوئے ایک بار پھر بیٹھنے کو کہا مگر وہ انکار کر گئی۔

"میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ قدرے خشک سا تھا۔ اس نے پیپرز پر سائن کرتے ہوئے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر دوڑائی۔

بلیک کلر کے جارجٹ سوٹ میں سلیقے سے دوپٹہ شانوں پر پھیلائے، سلکی بالوں کو کیچر میں قید کیے، جھکے سر کے ساتھ سیاہ لانبی گھنی پلکیں بچھائے، کسی بھی قسم کی مصنوعی آلائش سے پاک اس کے صبیح چہرے پر پھیلی ناراضی پر اس کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا۔

وہ زیادہ دیر اس کی طرف نہ دیکھ سکا اور ایک گہرا سانس اپنے اندر اتارتا ایک کے بعد دوسری فائل میں موجود پیپرز کو چیک آؤٹ کرنے لگا۔

"پھپھو کیسی ہیں؟" پیپرز پر سائن کرتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اس سے مخاطب ہوا۔

"ٹھیک ہیں۔" اس نے ناچار جواب دیا۔

"فاطمہ بجوا دو۔۔۔"

"سب ٹھیک ہیں۔" اس کی بات مکمل سنے بغیر اس نے تیزی سے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ اس کے اس طرح کرنے پر اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جو یقیناً" اس سے ہرگز بات کرنے کی روادار نہ تھی وہ خاموشی سے دوبارہ پیپرز سائن کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"ماہی۔" وہ فائلز چیک آؤٹ کر چکا تھا اور اب وہ فائلز سمیٹ کر پلٹ رہی تھی جب وہ بالکل اچانک اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ تو بے اختیار وہ اپنی جگہ پر رک گئی۔

"ڈونٹ کال می ماہی پلیز۔" اس کے لہجے میں سختی نمایاں تھی۔

"تمہیں ہمیشہ اسی نام سے پکارا ہے اور پکارتا رہوں گا تم یا کوئی اور مجھے اس حق سے دستبردار نہیں کر سکتا۔" وہ اس کے چہرے کو اپنی نظروں کی گرفت میں

ے مضبوط لہجے میں بولا۔

اس نے اس سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور آگے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"ون منٹ ماہی۔" وہ ایک بار پھر اس کے مقابل تھا۔

"میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سوری۔" وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے روکنا چاہا۔

"پلیز ماہی ڈونٹ بی ہیو لائک اسٹرینجرز تم جانتی ہو تمہارا یہ رویہ مجھے کتنی تکلیف دیتا ہے؟" اس نے دکھ سے کہا۔

"تو میں کیا کروں؟" اس نے تنک کر کہا۔

"تمہیں دوسروں کی تکلیف کا کتنا احساس ہوتا ہے جو دوسرے تمہارے درد کو محسوس کریں۔"

"ایسا کیا کیا ہے میں نے؟" وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر استفسارانہ انداز میں بولا۔

"تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ تم نے کیا کیا ہے۔" جواباً اس نے تاسف سے اس کی طرف دیکھا پھر سر جھٹکتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"ماہی پلیز مجھ سے بات کرو۔" وہ دو قدم تیزی سے آگے کی طرف بڑھا اور ڈور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے روکنا چاہا۔

"مجھے جانے دو۔" اب کی بار اس کے لہجے میں قدرے سختی در آئی تھی۔

اس نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں صرف غصہ تھا۔ وہ یقیناً اس وقت اس کی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں تھی لہٰذا اس نے خاموشی سے ہینڈل پر سے اپنا ہاتھ ہٹایا اور اسے راستہ دیتا ایک سائیڈ پر ہو گیا تو وہ فوراً باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

"امی کیا پکایا ہے آج؟" وہ ابھی ابھی آفس سے آئی تھی اور اب ہاتھ منہ دھو کر امی کے پاس کچن میں

رکھے تخت پر آبیٹھی تھی۔

"آج کوفتے بنائے ہیں فاطمہ نے، تمہیں پسند ہیں نا؟" امی دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے محبت سے بولیں۔

"ہوں پھر تو مزا آجائے گا۔" اس نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔

"مریم کے سسرال والے آئے تھے آج۔" باتوں کے دوران امی نے اسے بتایا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور بغور ان کی باتیں سننے لگی۔

"وہ اگلے مہینے کی دس تاریخ تک شادی کرنے کے خواہش مند ہیں۔" ان کے بتانے پر خوشی کی لہر اس کے چہرے پر دوڑ گئی۔

"سچ امی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ بہت پرجوش دکھائی دے رہی تھی۔

"میری تو خواہش تھی کہ تم دونوں ہی اپنے اپنے گھروں کی ہو جاؤ تاکہ میری ساری فکریں ختم ہو جائیں۔"

امی یکدم متفکر نظر آنے لگیں۔ ان کی بات سن کر وہ چپ ہو گئی تھی۔

"جی امی بالکل اگر ماہین راضی ہو جاتی تو دونوں ساتھ ہی اپنے گھروں کو رخصت ہو جاتیں اور ـــــ" بجو ابھی ابھی چائے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے وہاں آئی تھیں جب انہوں نے امی کی بات سن کر ان کا ساتھ دیا تو وہ خاموشی سے پاؤں میں سلیپر پہنے اندر جانے کی تیاری کرنے لگی۔ لیکن بجو نے اسے وہیں روک دیا۔

"ٹھہرو ماہین۔" بجو کے روکنے پر وہ وہیں رک گئی۔

"تم اس موضوع پر بات کیوں نہیں کرتیں؟ امی ٹھیک کہہ رہی ہیں اگر تم بھی شادی کے لیے راضی ہو جاتیں تو امی کو تمہاری طرف سے بھی بے فکری ہو جاتی۔" بجو آرام سے سمجھا رہی تھیں۔

"بجو ابھی جلدی کیا ہے۔ شادی ایک نہ ایک دن تو ہونی ہے نا، ہو جائے گی۔ آپ خود سوچیں اگر میں شادی کرنے کے چکر میں پڑ جاؤں تو گھر کے اخراجات اور ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔" چند لمحے خاموش

Digestlibrary.com

رہنے کے بعد اس نے وضاحت دی۔
"اللہ مالک ہے بیٹا۔" امی نے محبت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
"اللہ تو مالک ہے امی لیکن یہ بھی دیکھیں نا ابھی ہم پوری طرح اسٹیبلش نہیں ہوئے۔ گھر کی مختلف ضروریات کے علاوہ زین اور ہانی کی اسکول فیس اور اسکول کے دوسرے اخراجات کہاں سے پورے ہو سکتے ہیں؟ آپ کے پاس صرف زیور ہے جو آپ نے ہمارے لیے رکھا ہوا ہے جبکہ شادی میں صرف زیور کی ہی ضرورت نہیں پڑتی۔ دوسرے اور بھی کام ہوتے ہیں جن میں پیسہ چاہیے ہوتا ہے۔ ابھی جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ مریم کے لیے ہی ناکافی ہے پھر ایسے میں میرے لیے سوچنا کیا معنی رکھتا ہے؟ پلیز امی ابھی ڈیڑھ دو ماہ ہیں مریم کی شادی خیریت کے ساتھ ہو جائے اور زین ہانی اچھے اسکول میں اچھی تعلیم حاصل کر لیں۔ آپ کی میڈیسن وقت پر آجایا کریں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی۔ سب کچھ دیکھتے ہوئے میں اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتی۔ پلیز بجو مجھے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ میں کسی کو بنیادی ضروریات سے محروم نہیں دیکھ سکتی۔ اسے میری کمزوری سمجھ لیجیے گا۔ بس یہی وجہ ہے کہ میں اس ٹاپک پر بات نہیں کرتی کیونکہ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ آپ کی پریشانی اپنی جگہ لیکن میری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں جن کو میں احسن طریقے سے پورا کرنا چاہتی ہوں مجھے کرنے دیجیے پلیز۔"
وہ بجو کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولی۔
امی اور بجو اس کی باتیں سن کر چپ ہو گئی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے لیکن ان کی پریشانی بھی فطری تھی۔
"اگر بھائی جان نے میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ نہ کیا ہوتا تو آج ہم خالی ہاتھ ہرگز نہ ہوتے۔" امی آنکھوں کے گوشوں میں پھیلتی نمی کو دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے بولیں۔ وہ بہت غمزدہ دکھائی دے رہی تھیں۔

"ان لوگوں کی وجہ سے ہی تو ہم پر یہ دن آئے ہیں امی۔" اس نے امی کے گرتے آنسوؤں کو دیکھ کر متفکر سے کہا۔
"بس امی اب اس بات کو جانے دیں۔ بار بار یاد کر کے اپنا دل دکھانے سے کیا فائدہ۔ ایسا ہونا ہماری قسمت میں تھا اسی لیے یہ تمام مشکلات ہمیں برداشت کرنا پڑیں اس میں کسی اور کا کیا قصور؟" بجو نے کھلے دل سے ناموں جان کو مورد الزام ٹھہرانے کے بجائے اپنی قسمت کو اس کا سبب بنایا۔
"پلیز بجو آپ لوگوں کی کی گئی زیادتیوں کو قسمت پر ڈال کر مطمئن رہنے کی کوشش مت کیا کریں۔ جو کچھ ماموں جان اور مامی جی نے کیا ہے وہ آپ بھول سکتی ہیں لیکن ہم نہیں۔" ماموں جان اور مامی جی کا ذکر آتے ہی اس کے پورے جسم میں یونہی کڑواہٹ سی گھل جاتی تھی جبکہ بجو اتنے عرصے میں نہ اس کا ان کے لیے غصہ ٹھنڈا کر سکی تھیں اور نہ ہی اس کی سوچ بدل پائی تھیں۔ وہ اس کی اس شدت پسندی سے گھبرا جاتی تھیں۔
"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ چائے پیو پھر میں کھانا لگاتی ہوں۔" بجو اسے اس موضوع پر سے ہٹانے کے لیے اس کی توجہ چائے کی جانب مبذول کرانے لگیں تو اس نے بے دلی سے چائے کا کپ اٹھا لیا۔ امی کو چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے انہوں نے ایک نظر اس کو دیکھا جو بگڑے موڈ کے ساتھ چائے کے سپ لے رہی تھی۔ وہ محض سر ہلا کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

اپنے آفس سے نکل کر وہ باہر کی طرف بڑھ رہا تھا جب اس کے کیبن کی لائٹ آن دیکھ کر وہ غیر ارادی طور پر اس طرف چلا آیا اور کیبن ڈور کو ہلکا سا ناک کیا۔
وہ جو کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے اپنے کام میں مصروف تھی، اس نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ وہ دروازے میں ایستادہ تھا۔
"تم ابھی تک گھر نہیں گئیں، خیریت؟" اس نے

حیرت سے پوچھا۔

"تھوڑا سا کام رہتا تھا وہ مکمل کر رہی تھی۔" اسے بتا کر وہ دوبارہ کمپیوٹر اسکرین کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"رات کے نو بج رہے ہیں پورا آفس خالی ہو چکا ہے۔ کام صبح بھی مکمل کیا جا سکتا تھا۔" اس نے بائیں ہاتھ کی کلائی پر بندھی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑاتے ہوئے تشویش سے کہا۔

"چلی جاؤں گی تھوڑی دیر تک۔" وہ کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"کوئی پرابلم ہے کیا؟" اسے پریشان دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا اور آہستگی سے چلتا ہوا اس کی ٹیبل کے پاس جا کھڑا ہوا اور کمپیوٹر اسکرین کو دیکھنے لگا جہاں فائل Accept نہیں ہو رہی تھی اور وہ غالباً" اس کوشش میں غلطاں تھی۔

"کیا میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟" اس کا جواب نہ پا کر ایک بار پھر اس نے اجازت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

وہ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے اس فائل میں الجھ رہی تھی مگر اتنی کوششوں کے باوجود بھی ناکام تھی اور اب اس کا دل اکتا رہا تھا لیکن صبح پہلی ہی شفٹ میں اسے فائل توقیر صاحب کو ہینڈ اوور کرنی تھی لہٰذا وہ جلد سے جلد مکمل کرنا چاہتی تھی اور اسی عجلت میں اسے اتنی دیر ہو چکی تھی کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا اور اب امی کی پریشانی کا خیال آتے ہی اسے یکدم فکر ستانے لگی تھی۔

بے اختیار ہی اس نے اپنے بائیں جانب اسے دیکھا جو منتظر نظروں سے اسے تک رہا تھا۔ وہ لمحہ بھر میں کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی موجودگی اسے بری طرح نروس کر رہی تھی۔ کی بورڈ پر چلتی اس کی انگلیوں میں واضح ارتعاش پیدا ہو چکا تھا۔ اپنی اس کیفیت پر وہ جھنجھلا سی گئی۔ اگر اسے ذرہ برابر بھی علم ہوتا کہ وہ بھی آفس میں موجود ہے تو وہ کسی بھی فائل کی پروا کیے بغیر اس وقت گھر میں ہوتی لیکن ـــــ واہ رے بے خبری۔

وہ جوں کا توں کھڑا تھا۔

اب وہ کیسے اسے اپنا مسئلہ بتائے؟ وہ سوچوں کا تانا بانا بن رہی تھی جب اس کی آواز سنائی دی۔

"میں دیکھتا ہوں کیا پرابلم ہے؟" ہمیشہ کی طرح اس کے کہے بغیر وہ آج بھی اس کے دل کی بات جان چکا تھا۔ پل بھر کو وہ بالکل ساکت ہو گئی لیکن جلد ہی نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

اس نے کچھ سوچ کر کی بورڈ پر سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے۔ جو یقیناً" اس کی طرف سے ملنے والی اجازت تھی وہ فوراً" ٹیبل پر جھک گیا۔

"تم بیٹھو میں ٹھیک ہوں۔" اسے جگہ دینے کے لیے وہ اٹھنے لگی تھی جب اس کے کہنے پر بلا ارادہ وہیں بیٹھی رہ گئی۔

وہ کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ اس نے بھی اپنی نظریں اسکرین پر جما دیں تب ہی بالکل اچانک اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر دوڑائی۔

اسکائی بلیو شرٹ پر ڈارک نیوی بلیو اور بلیک کامبینیشن کلر کی ٹائی جو اب ڈھیلے ڈھالے سے انداز میں گلے میں پڑی تھی۔ کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی آستینیں مضبوط ہاتھوں کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر متحرک تھیں جبکہ چہرے پر پھیلی سنجیدگی و متانت اس کے وقار کو مزید بڑھا رہی تھی۔

وہ اس سے محض بالشت بھر کے فاصلے پر تھا یکدم گھبرا کر وہ چیئر کی پشت سے چپک گئی تھی۔ وہ اٹھنا چاہ رہی تھی مگر۔

"ڈن۔" وہ کہتا ہوا سیدھا ہو گیا۔ اس کی آواز پر وہ فوراً" کمپیوٹر کی جانب متوجہ ہو گئی۔

وہ کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر کے کیبن سے باہر نکل چکا تھا۔

"آئندہ سات بجے تک گھر چلی جایا کرو۔" وہ اپنا پرس سنبھالے کیبن کی لائٹ آف کر کے باہر نکل رہی تھی جب اس کی بات سن کر وہ لمحہ بھر کو رکی پھر اس کی جانب دیکھے بغیر خاموشی سے آگے کی جانب چل پڑی۔

"ماہی کم از کم تم مجھ سے بات تو کیا کرو۔ تمہاری

خاموشی سے میں یہ کیسے جان سکتا ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے کیا ہے؟" وہ اس سے ذرا فاصلے پر قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"تمہیں اب تک میرے رویے سے پتا نہیں چلا کہ میرے دل میں تمہارے لیے کیا ہے؟" جواباً" اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"جانتا ہوں، تمہارے دل میں میرے لیے غصہ ہے کیونکہ میں تمہیں انفارم کیے بغیر ملک سے باہر چلا گیا تھا۔" وہ بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"نفرت بھی ہو سکتی ہے۔" اس نے بے دردی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا پھر دوبارہ آگے کی جانب بڑھ گئی تو وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"اتنی تکلیف دہ باتیں مت کیا کرو ماہی پلیز۔" اس کا لہجہ ملتجی تھا جسے وہ مکمل نظر انداز کر کے لفٹ کی طرف مڑ گئی تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"لفٹ خراب ہے سیڑھیوں سے جانا پڑے گا۔" وہ ابھی لفٹ کے دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ اس کی آواز پر وہیں رک گئی پھر پلٹ کر نچلی منزل کی جانب اترتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تو وہ بھی اس کی تقلید میں اس کے پیچھے چل پڑا۔

ابھی وہ دوسری منزل پر ہی پہنچے تھے کہ اچانک لائٹ چلی گئی جس کے باعث سیڑھیوں میں مکمل اندھیرا پھیل چکا تھا۔ اس نے فوراً" موبائل ٹارچ آن کر لی تھی۔ اس وقت وہ اس سے آگے سیڑھیاں اتر رہا تھا جب اچانک اس کا پاؤں اگلی سیڑھی کے کنارے پر رکھے جانے کی وجہ سے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ اسی لمحہ اس نے فوراً" ریلنگ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ گرتے گرتے بچ گئی تھی۔

اس کی لڑکھڑاہٹ پر اس نے فوراً" پلٹ کر اسے دیکھا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا؟" اس کے لہجے سے چھلکتی تشویش کو وہ واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی۔

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاتھ دو۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ مگر اس نے اس کی کھلی چوڑی ہتھیلی کو نظر انداز کر دیا اور مزید ایک سیڑھی نیچے اتر آئی۔

"میں نے کہا ہاتھ دو۔" اب کی بار اس نے درشتگی سے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔ اس وقت وہ غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔ غیر ارادی طور پر اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا جواب بھی اس کے سامنے پھیلا ہوا تھا۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے بڑی احتیاط سے سیڑھیاں اتر رہا تھا کہ تب ہی فون بجنے پر اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑا سیل کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔" وہ فون پہ باتیں کرنے میں مصروف ہو چکا تھا۔

وہ خاموشی سے اس کی پیروی میں سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ جب آخری منزل کی آخری سیڑھی پر پہنچتے ہی اس نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا جو بڑے مگن سے انداز میں ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھامے اور دوسرے ہاتھ سے فون کان پر لگائے باتوں میں محو بلڈنگ سے باہر نکل رہا تھا اور وہ میکانکی انداز میں اس سے دو قدم کے فاصلے پر چل رہی تھی۔

بدستور باتیں کرتے کرتے وہ پارکنگ ایریا تک آ پہنچا اور اب رک کر دوسری طرف موجود شخص کی کسی بات پر ہنس رہا تھا۔ اس نے تپ کر ایک نظر اسے اور دوسری نظر اس کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ کو دیکھا جس کو اس نے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ وہ ایک بار پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی سعی کرنے لگی مگر ندارد۔

"چلیں ٹھیک ہے اجمل صاحب پھر کل آپ سے آپ کے آفس میں ملاقات ہو گی ان شاء اللہ او کے اللہ حافظ۔"

مسکرا کر فون آف کرتے ہوئے اس نے ایک نظر اسے دیکھا جو اپنے غصے کو بمشکل دبائے اس کے ساتھ کھڑی تھی۔

"کیا ہوا؟" پتا نہیں وہ واقعی اس کے غصہ کی وجہ نہیں جانتا تھا یا انجان بن رہا تھا لیکن کچھ بھی تھا اس وقت وہ اپنے لہجے کی تلخی پر قابو نہیں رکھ پائی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ قدرے بلند آواز میں بول پڑی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" اس کے کہنے پر اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود اس کے نرم ہاتھ کو دیکھا اور دوسری نظر اس کے تنے چہرے پر ڈالتے ہوئے آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر فوراً" پلٹ کر ہاتھ میں موجود چابی سے پاس کھڑی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولنے لگا۔

اسی دوران وہ دوسری جانب مڑ چکی تھی۔ اسے پلٹتے دیکھ کر وہ فوراً" اس کی جانب بڑھا اور اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں گویا ہوا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس کے سوال پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی پھر اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔

"گھر جا رہی ہوں اور کہاں؟"

"گاڑی میں بیٹھو میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"تھینکس میں چلی جاؤں گی۔" اتنا کہہ کر وہ آگے کی جانب بڑھ گئی۔ لیکن وہ اس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔

"رات کے دس بجنے والے ہیں اس وقت تم اکیلی کیسے جاؤ گی؟"

اس کے لہجے میں پریشانی واضح تھی۔

"تمہیں میری فکر کب سے ہونے لگی؟" جواباً" اس نے طنزیہ پوچھا۔

"کیا مطلب؟" وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

"جو شخص رات کے دس بجے سنسان اور ویران سڑک پر تنہا چھوڑ کر چلا جائے اسے آج میری فکر کیسے لاحق ہو گئی؟" اس نے بدستور اسی انداز میں کہا تو وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قدرے دھیمے مگر سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"تمہاری بات سن کر میری جو حالت ہوئی تھی اس کے بعد مجھے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ مجھے کم از کم تم سے ایسی توقع نہیں تھی کہ تم مجھ سے ایسی بات کرو گی جو۔"

"کیا بات کی تھی میں نے؟" وہ اس کی پوری بات سنے بغیر تڑخ کر بولی۔

"وہی جو سب کہہ رہے تھے اگر میں نے کہہ دیا تھا تو کون سا برا کر دیا تھا۔"

"تم نے برا نہیں ماہی بلکہ بہت برا کیا تھا میرے ساتھ۔ کیونکہ دوسرا کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ میں تمہارے بغیر رہ سکتا ہوں یا نہیں لیکن تم، تم تو جانتی تھیں نا کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور تم ہی مجھے مشورہ دے رہی تھیں کہ میں زریں سے شادی کر لوں جبکہ ایسا کرنا تو دور سوچنا بھی میرے لیے ممکن نہیں تھا اسی لیے تمہاری بات سن کر دکھ کے ساتھ ساتھ مجھے غصہ بھی آ گیا تھا اور میں نے —"

"اپنی گاڑی سے اتر جانے کو کہہ دیا تھا۔ ہے نا؟" اس نے تاسف سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی بات مکمل کی۔

"سوری فار دیٹ، مجھے اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

اس کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔ جس کا اس پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سر جھٹکتی وہاں سے ہٹ گئی۔

"ہے ماہین۔" وہ اس کی طرف بڑھنا ہی چاہ رہا تھا کہ پارکنگ ایریا کے بائیں جانب سے ان کی طرف آتی گاڑی نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لی جس کو سویرا ڈرائیو کر رہی تھی۔ سویرا کی آواز پر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی اور پھر تیزی سے اس کی جانب بڑھ گئی۔

"تم آفس سے اب فری ہوئی ہو؟" سویرا نے ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے ماہین سے پوچھا جو یاسیت سے اپنی گاڑی کی طرف پلٹ رہا تھا۔

"تھینکس تم آ گئیں ورنہ میں بہت پریشان ہو رہی تھی کہ اتنی رات کو کیسے گھر جاؤں گی؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے تشکر آمیز نظروں سے سویرا کو دیکھ

کر کہا پھر گاڑی میں بیٹھ گئی۔
"تمہیں عدید مہران کے ہوتے ہوئے پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی میری جان؟" سویرا معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھ کر بولی پھر گاڑی کو آگے بڑھالے گئی۔
"وہاٹ ڈو یو مین؟" اس نے سویرا کو گھورا۔ جو بڑے مزے سے ڈرائیونگ کررہی تھی۔
"ویسے مابین ایک بات ہے۔" تھوڑی دیر بعد سویرا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"عدید مہران اچھا انسان ہے اور وہ تمہارے ساتھ بہت مخلص بھی ہے اس کے علاوہ وہ تمہارے ساتھ بہت مخلص بھی ہے۔ اسے اگنور مت کرو پلیز۔" سویرا نے ناصحانہ انداز میں سنجیدگی سے کہا۔
"لیوائٹ' یہ بتاؤ تم اس وقت یہاں کیا کررہی تھیں۔"
اس موضوع پر بات کرنے سے بچنے کی خاطر اس نے اس کا دھیان دوسری طرف کرنا چاہا۔
"آفس کی طرف سے آئی تھی۔ کچھ ضروری کام تھا۔" سویرا نے بتایا۔
تھوڑی ہی دیر بعد وہ ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنے میں مگن ہوچکی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"ایکسکیوزمی سر۔" آج اس نے ایک امپورٹنٹ میٹنگ کال کی تھی اور اب جب وہ میٹنگ اوور کرکے اپنی چیئر سے اٹھنے ہی لگا تھا تو طوبیٰ کی آواز پر وہ فوراً اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔
"یس۔"
"سر آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" طوبیٰ نے اجازت طلب کی۔ جبکہ ٹیبل کے گرد چیئرز پر بیٹھے تمام ایمپلائیز بھی طوبیٰ کو دیکھنے لگے۔
"جی کہیے۔"
"ایکچوئلی سر ہم سب نے ڈیسائیڈ کیا ہے کہ اس دفعہ اینول آفس ٹرپ پر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔"
"سوری مس طوبیٰ آپ سب تو جانتے ہی ہیں میں ٹرپس' پکنکس وغیرہ پر نہیں جایا کرتا' آپ لوگ جائیں اور انجوائے کریں پلیز۔" اس نے ٹالنا چاہا۔
"لیکن سر ہم سب کی خواہش ہے کہ اس سال ہم آپ کے ساتھ ٹرپ پر جائیں اور آپ کے ساتھ انجوائے کریں سو پلیز سر انکار مت کیجیے۔" جبران نے بھی طوبیٰ کی تائید کی۔
"یس سر ہم سب چاہتے ہیں کہ آسٹریلیا کے پروجیکٹ پر کام کرکے جو کامیابی ہمیں ملی ہے وہ ہم آپ کے ساتھ شیئر کریں۔"
اس کا خوشگوار موڈ دیکھ کر یکے بعد دیگرے سب اس کو قائل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔
"اس سال پہلی دفعہ آفس ٹرپ شہر سے باہر جارہا ہے آپ ہمارے ساتھ ہوں گے تو ہمیں بہت حوصلہ ملے گا۔ پلیز سر مان جائیے۔" میٹنگ روم میں بیٹھے تمام افراد کا اصرار بڑھتا جارہا تھا وہ چیئر کی بیک سے ٹیک لگائے خاموشی سے باری باری سب کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔
"ان فیکٹ میں اپنی فیملی کے بغیر کسی طرح بھی تفریحی غرض سے کہیں گیا نہیں اس لیے میرا جانا بہت مشکل ہے۔ آپ سے ریکویسٹ ہے کہ آپ سب لوگ ٹرپ پر جائیں اور خوب انجوائے کریں اگر ممکن ہوا تو اگلی بار ان شاء اللہ میں ضرور آپ کا ساتھ دوں گا۔"
اس کے انکار پر اسٹاف تقریباً مایوس ہونے کو تھا کہ توقیر صاحب کی آواز پر سب ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔
"سب لوگ اتنا زور دے رہے ہیں تو پلیز چلے جائیے سر۔"
"آپ نے بھی میرا ساتھ نہیں دیا توقیر صاحب۔" وہ مسکرا کر بولا۔
"یس سر کیونکہ سب یہی چاہتے ہیں۔ کیوں مس مابین۔ پلیز آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کردیں تاکہ ایک ووٹ بھی سر کے حق میں نہ جائے۔"
صفدر نے مابین کو مخاطب کرکے کہا تو وہ جو اردگرد

سے بے نیاز سر جھکائے ٹیبل پر نظریں مرکوز کیے بیٹھی تھی' چونک کر بے ساختہ اسے دیکھنے لگی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اپنی اس بے ساختگی پر وہ خود کو دل ہی دل میں سرزنش کرنے لگی۔

"ماہین تم بھی بولو نا کچھ کہ سر کو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے یا نہیں؟" نادیہ نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"آں ہاں ـــ بالکل۔"

وہ اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی تپش کو با آسانی محسوس کر سکتی تھی ـ نہ جانے کیوں وہ اس وقت اس کی نظروں کو خود پر بری طرح محسوس کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس وقت اس کو ہرگز نہیں دیکھ رہا ہو گا۔ کچھ بھی تھا وہ اسٹاف کی موجودگی کا ہر صورت خیال رکھتا تھا اور بلا ضرورت اسے کسی بات میں نہیں گھسیٹتا تھا۔ یہ بات اس کے لیے انتہائی قابل اطمینان تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ سب کی موجودگی میں کافی حد تک ایزی فیل کرتی تھی لیکن اب اچانک اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ کچھ گھبرا سی گئی تھی۔

اتنا کہہ کر اس نے دوبارہ سر اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔

"پلیز سر اب تو چلیے نا ہمارے ساتھ اب ایک ووٹ بھی آپ کے حق میں نہیں ہے۔" نصیر نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا تو وہ ایک لمحے کے لیے بالکل خاموش رہ گیا پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"چلیے ٹھیک ہے اگر آپ سب کی یہی مرضی ہے تو مجھے بھی آپ کی بات ماننی پڑے گی۔"

اس کا جواب سن کر وہاں پر موجود تمام افراد کے چہرے کھل اٹھے جس کی وجہ اس کا اسٹاف کے ساتھ بہترین رویہ تھا۔ وہ اپنے تمام اسٹاف ممبرز کے ساتھ انتہائی نرمی اور محبت سے پیش آتا تھا۔ بلاوجہ کا سخت رویہ اسے شدید ناپسند تھا اسی لیے اسے خوامخواہ کا پریشر ڈالنا ہرگز گوارہ نہیں تھا۔ وہ اپنے ہر ایمپلائے کے ہر مسئلے سے بخوبی واقف رہتا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ ہر شخص اسے خود سے قریب سمجھتا تھا اور اس سے اپنا ہر پرابلم با آسانی ڈسکس کر لیتا تھا۔ جبکہ وہ ان کی ہر ممکن مدد کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ ان سب کے باوجود اس کی شخصیت میں ایسا کچھ ضرور تھا کہ اس سے بات کرنے سے پہلے مخاطب ایک بار سوچنا نہ بھولتا تھا۔ وہ اپنی حد میں رہتا اور دوسروں کو ان کی حدوں میں رکھنے کا فن بخوبی جانتا تھا۔ اگر وہ سب کے قریب تھا تو ایک نہ محسوس ہونے والا فاصلہ بھی اس نے قائم رکھا ہوا تھا۔ اس کی شخصیت کا وقار لہجے کی متانت اور بات کرنے کا انداز اسے دوسروں سے ممتاز کرتا تھا۔

"ایم ریڈی بٹ ایک شرط ہے۔" وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید بولا۔

"پورا اسٹاف اس ٹرپ پر چلے گا کوئی Absent نہیں ہو گا۔ اگر آپ سب ایگری ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ـــ سوری۔"

اس نے ایک سرسری سی نظر اس کے جھکے سر پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں سر ہم سب تیار ہیں۔ آپ فکر مت کریں توقیر صاحب نے یقین دلایا۔

"سر مقام بھی آپ ڈیسائیڈ کیجیے پلیز۔" زارا نے تجویز دی۔

"یہ تو بہت مشکل کام ہے مس زارا۔" اس نے تھوڑا پس و پیش سے کام لیا۔

"آپ سب مل کر کوئی بھی اچھی سی جگہ سوچ لیجیے وہیں چل پڑیں گے۔"

"نو سر ہم سب آپ کے فیورٹ مقام پر جائیں گے ہم نے یہی ڈیسائیڈ کیا ہے۔" ظفر کے کہنے پر وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد گویا ہوا۔

"پھر ایسا کرتے ہیں ہم لوگ کانفرنس چلتے ہیں آپ اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔" وہ اتنا کہہ کر مزید کچھ کہے بغیر آخری نظر اس پر ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا تو سب لوگ اس کی تقلید میں اپنی سیٹ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

اس کے روم سے نکلتے ہی وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ جبکہ وہ بالکل خاموش تھی۔ اس نے ایک طائرانہ سی نظر سب

پر دوڑائی ہر شخص اپنی جگہ پر بے حد خوش و مسرور دکھائی دے رہا تھا۔

وہ سب مختلف باتوں اور پلانز میں مگن تھے جب وہ غیر محسوس طریقے سے وہاں سے چلی آئی اور اپنے کیبن میں آ بیٹھی یکدم دل کچھ بوجھل بوجھل سا ہونے لگا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ میں بندھی نازک سی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑائی۔

شام کے پانچ بجے تھے۔ آفس ٹائم ختم ہونے والا تھا۔ اس نے جلدی جلدی کام نبٹایا اور پرس سنبھالے بلڈنگ سے باہر نکل آئی۔

☼ ☼ ☼

"ماہین۔" وہ صحن میں رکھی چیئر پر پاؤں اوپر کیے آرام دہ انداز میں ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ جب بجو کی آواز پر ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"میں نے تمہارے کپڑے پریس کر کے بیگ میں رکھ دیے ہیں اور ضرورت کی دوسری چیزیں بھی رکھ دی ہیں تم ایک دفعہ بیگ چیک کر لینا کچھ کم ہو تو بتا دینا۔" بجو اس کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ جواباً وہ خاموش تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" اسے مسلسل چپ دیکھ کر بجو پوچھے بغیر نہ رہ سکیں۔

"کچھ نہیں بجو بس ویسے ہی۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"دور جانے کے خیال سے پریشان ہو؟" بجو نے محبت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔" اس کی بات پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیوں؟" انہوں نے پوچھا۔

"بس ویسے ہی بجو میرا ٹرپ پر جانے کو بالکل دل نہیں کر رہا۔" اس نے بجھے بجھے دل سے کہا۔

"لیکن کیوں' ابھی کل ہی تو تم اتنی ایکسائیٹڈ تھیں اب اچانک کیا ہوا ہے؟"

ان کے سوال پر وہ چند لمحوں کے لیے بالکل چپ ہو گئی۔

اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ کل تک اسے بھی پتا تھا کہ آفس ٹرپ پر عدید مہران نہیں جایا کرتا جبکہ اس دفعہ وہ بھی ٹرپ جوائن کر رہا ہے اور نا صرف یہ بلکہ ـــــ کاغان۔

اس کا دل یاسیت سے پر ہو گیا تھا۔

ایک عجیب سی کیفیت تھی جو اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟

"تم نے بتایا نہیں کیا بات ہے ماہین؟" بجو نے دوبارہ استفسار کیا تو وہ چونک سی گئی۔

"بجو ٹرپ کاغان جا رہا ہے اور آپ کو پتا تو ہے میں کاغان پہلے بھی جا چکی ہوں بس اس لیے میرا دل نہیں کر رہا۔" اس نے بے زاری سے جواب دیا۔

"ارے واہ تمہارا ٹرپ کاغان جا رہا ہے اتنی خوب صورت جگہ پر اور تم انکار کر رہی ہو یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ تمہیں یاد ہے جب ہم سب لوگ کاغان گئے تھے تو کتنا مزا آیا تھا وہاں پر۔" اس نے گردن کو ہلکا سا موڑ کر بجو کو دیکھا جو کاغان کا نام سنتے ہی پرجوش دکھائی دینے لگی تھیں ان کا چہرہ پرانی یادوں کو یاد کر کے چمکنے لگا تھا۔

"سچ ماہین وہ دن بہت خوب صورت اور یادگار تھے جب ہم سب ساتھ رہتے تھے اور ساتھ کھاتے تھے۔ تمہیں یاد ہے نا ہم کاغان عدید کی ضد پر گئے تھے۔ اسے بہت شوق ہوا کرتا تھا برف پوش پہاڑیاں دیکھنے کا جبکہ ماموں جان سخت خفا ہوئے تھے اس کی اس ضد پر۔ لیکن وہ بھی عدید مہران ہی کیا جو اپنی بات سے ایک انچ پیچھے ہٹ جائے۔" بجو گزرے دنوں کو بڑے پر لطف انداز میں یاد کر رہی تھیں۔ وہ محض ان کو دیکھتی رہی۔

"مجھے ماموں کا گھر اور عدید بہت یاد آتے ہیں ماہین۔ کتنی اپنائیت اور کتنی محبت ہوتی تھی نا ہم سب کے درمیان پھر پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی۔" ذکر کرتے کرتے بجو افسردہ سی ہو گئی تھیں۔ جبکہ اس کا ذہن ان کی پہلی بات میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ بجو کی بات ختم ہوتے ہی وہ ان کی طرف مڑ گئی۔

"بجو وہ صرف ماموں کا گھر نہیں تھا وہ ہمارا بھی تھا آپ یہ بات کیوں بھول جاتی ہیں؟" وہ زچ سی ہو گئی تھی بجو کی فراخ دلی سے۔

"ماہین پلیز چھوڑ دو یہ سب، تم آخر وہ سب بھلا کیوں نہیں دیتیں؟" بجو نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"میں کبھی بھی نہیں بھلا سکتی بجو جو کچھ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ آخر ہمارا قصور کیا تھا جس کے نتیجے میں انہوں نے ہمیں یوں دربدر کر دیا۔ ماموں نے دھوکے سے ہمارا حصہ اپنے نام کرایا آخر کیوں کیا انہوں نے ہمارے ساتھ ایسا؟" وہ تقریباً رو دینے کو تھی۔ بجو نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور اسے پیار سے چمکارنے لگیں۔ وہ بس ایسی ہی تھی رویوں اور لہجوں کو شدت سے محسوس کرنے والی اور اس کی یہ شدت اب غصہ میں بدل گئی تھی۔ وہ جو بڑی سے بڑی بات کو آسانی سے نظر انداز کر دیا کرتی تھی اس بار اتنا سمجھانے کے باوجود وہ کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ اس سے زیادہ انہوں نے اس سے کوئی بات نہ کی مبادا اس کا موڈ مزید خراب نہ ہو جائے۔

"اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تم آفس ٹرپ پر جا رہی ہو یا نہیں؟" انہوں نے اس کا سر اوپر کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میرا مشورہ ہے ماہین تم چلی جاؤ۔ اچھا ہے تھوڑی ہوا تبدیل ہو جائے گی جو تمہارے ذہن کو بالکل فریش کر دے گی۔" بجو نے مشورہ دیا۔ لیکن جواباً وہ کچھ نہ بولی اور پھر جلد ہی اپنا موڈ درست کرتے ہوئے خوشگوار لہجے میں بجو سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی اور جلد ہی بجو بھی سب بھول بھال کر اس سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

☼ ☼ ☼

"آئی تھنک ماہین تمہیں چلے جانا چاہیے۔" وہ آج کئی دنوں بعد سویرا سے ملنے اس کے گھر آئی تھی جب اس نے باتوں کے دوران آفس ٹرپ کا ذکر اس سے کیا تھا جواباً" سویرا اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم بطور ایمپلائے ٹرپ پر جاؤ اس میں اتنا سوچنے یا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں اپنی جاب سے غرض ہونی چاہیے اور بس۔"

سویرا نے چائے کا مگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں کہا جو اس نے خاموشی سے تھام لیا۔

"کوئی پرابلم ہے کیا؟" سویرا نے مستقل اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں؟" وہ کچھ الجھی الجھی سی تھی۔

"کیا مطلب؟" سویرا نے پوچھا۔

"میں کاغان جانا نہیں چاہتی سویرا! اس جگہ کا نام سنتے ہی مجھے گزرا ہوا وہ وقت یاد آنے لگتا ہے جو سب سے حسین اور خوب صورت تھا جس کا ایک ایک پل میرے ذہن میں محفوظ ہے اور میں وہاں جا کر کسی کمزور لمحے کی گرفت میں نہیں آنا چاہتی سویرا! میں نے خود کو مشکل سے اس وقت سے نکالا ہے جب عدید سمیت ماموں اور ممانی کی محبت میرے پورے وجود میں سرائیت کرتی تھی جب میری پوری زندگی کا محور ان سب کی محبت تھی۔ لیکن جب اعتبار ٹوٹتا ہے نا تو پلٹ کر دوبارہ وہیں جانا مشکل ہو جاتا ہے اور میں پلٹنا نہیں چاہتی کیونکہ میرے دل سے ان سب کی محبت ختم ہو چکی ہے، میں کبھی ان سے ملنا نہیں چاہتی۔" کافی عرصے بعد وہ سویرا سے اس سے متعلق بات کر رہی تھی ورنہ وہ اس موضوع پر نہ کوئی بات سننے کو تیار ہوتی تھی اور نہ دوسرے کو کرنے دیتی تھی۔ سویرا اسے ٹوکے بغیر سنتی رہی اور وہ بولتی چلی گئی۔

"میرے لیے پریشانی کی بات یہ ہے کہ اگر میں اس ٹرپ پر نہیں جاتی تو مجھے علم ہے کہ وہ یہ ٹرپ کینسل کر دے گا اور میں نہیں چاہتی کہ آفس کے باقی لوگ محض میری وجہ سے اس ٹرپ سے محروم ہو جائیں۔ وہ سب تو مجھے ہی قصوروار سمجھیں گے نا اب مجھے کچھ سمجھ

نہیں آرہا کہ میں اسے کس طرح کنوینس کروں۔"

"ماہین تم خوامخواہ اس کو ایشو بنا رہی ہو۔" سویرا اس کی پریشانی کے خیال سے اس کی پوری بات سنے بغیر بول اٹھی۔

"تم وہاں جاب کرتی ہو اور تمہیں وہی سب کرنا پڑے گا جو وہاں پر موجود دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ تم بالکل پریشان مت ہو۔ ہاں وہاں پہنچ کر اگر کوئی خوشگوار سا خیال دل کو ستانے لگے تو ایک نظر عدید پر ڈال لینا۔ یہ میرا مشورہ ہے تمہیں۔"

سویرا نے آخری بات شرارتی انداز میں مسکراہٹ دبا کر کہہ ڈالی مبادا وہ اکھڑ نہ جائے۔ جبکہ سویرا کی اس بات پر وہ اسے گھور کر دیکھنے لگی پھر مگ میں موجود چائے کے سپ لینے لگی۔ تو سویرا دل ہی دل میں اس کے لیے ڈھیروں دعائیں کرنے لگی جس کی حساسیت حد درجہ شدت اختیار کر چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ مضطربانہ انداز میں کبھی بائیں ہاتھ پر بندھی رسٹ واچ کو اور کبھی دھندلے سے نظر آنے والے اس راستے کو تک رہا تھا۔ جہاں سے اس کی آمد متوقع تھی۔

"پتا نہیں وہ آئے گی یا نہیں؟" یہ سوچ اسے پریشان کیے ہوئے تھی۔ اس کا سب نہیں چل رہا تھا کہ وہ سڑک کے کنارے کھڑی اس لگژری وین سے نیچے اتر کر بے قراری سے ادھر ادھر چکر لگاتے ہوئے اس کی راہ دیکھے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اسٹاف کی موجودگی کا خیال بہرحال ساتھ رہتا تھا۔

وہ بے چینی کے عالم میں کئی بار پہلو بدل چکا تھا۔ غالباً سب ہی منتظر نظروں سے وین سے باہر دیکھنے میں مصروف تھے۔

"زارا تم ماہین کا نمبر تو ٹرائی کرو پلیز۔" طوبیٰ نے زارا کو مشورہ دیا کیونکہ پورے اسٹاف میں زارا ہی اس کے بہت کلوز تھی۔

"وہ سیل نہیں رکھتی یار۔" زارا کی حالت بھی طوبیٰ سے مختلف نہیں تھی۔

"ہو سکتا ہے ماہین کا ارادہ بدل گیا ہو۔" کرن نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تو وہ جو غیر ارادی طور پر ان کی باتیں سن رہا تھا بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

"اللہ نہ کرے کرن اگر ماہین کا ارادہ بدلا تو عدید سر کا ارادہ بدلنے میں بھی دیر نہیں لگے گی۔" طوبیٰ نے کرن کو دھیمی آواز میں کہا تو کرن مزید کچھ کہنے سے باز ہی رہی۔

"او تھینک گاڈ۔" زارا کی خوشی سے بھرپور آواز پر سب ہی نے اس کا ساتھ دیا اور اسے وین کی طرف بڑھتا دیکھ کر بے اختیار ان سب نے سکون کا سانس بھرا۔

اسے وین میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے طمانیت سے اپنا سر سیٹ کی پشت پر ٹکا دیا۔ تمام بے چینی اور بے قراری وجود سے گویا یکدم رفع ہو چکی تھی۔

اپنا پرس سنبھالتی وہ آہستگی سے چلتی ہوئی زارا کے پاس جا پہنچی جس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔ زارا کو بہت سردی لگتی تھی۔ اس لیے اس کے کہنے پر وہ ونڈو والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"چلو نواز۔" اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ سر پر دوپٹہ جمانے میں مصروف تھی جب قریب سے آتی اس کی آواز پر چونک کر اس نے اگلی سیٹ پر اسے بیٹھا دیکھا تو پل بھر کے لیے اس کے ہاتھ سر پر ہی رک گئے تھے۔ وہ فرنٹ سیٹ پر براجمان تھا اور وہ اس کے بالکل پیچھے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

وین میں داخل ہوتے وقت وہ اپنے گرد و پیش سے قطعی بے خبر تھی جبھی غور نہیں کر سکی تھی کہ وہ کہاں بیٹھا ہے؟ گویا اب تمام سفر وہ عجیب سی کیفیت میں ہی گھری رہے گی۔

بہرحال وہ سارے خیالات جھٹک کر آنکھیں بند کیے زیر لب قرآنی آیات کا ورد کرنے لگی۔

"میں کیا مانگوں یار، مجھے تو دعاؤں میں صرف تمہیں مانگنا آتا ہے اور ویسے بھی تم ہو نا میرے لیے دعائیں

ملنے کے لیے اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ یہ جو تم اتنی ساری سورتیں آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں پڑھ رہی ہو نا یہ صرف میری حفاظت کے لیے پڑھ رہی ہو کیونکہ میں تمہارے لیے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ اہم ہوں۔"

دل ہی دل میں مختلف آیتوں کا ورد کر کے وہ اب دعا مانگ رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے بہت قریب اس کی مدھم آواز سنائی دی۔ وہی انداز' وہی لب و لہجہ' وہی اپنائیت۔

جب وہ سب کا سامان جا رہے تھے اور وہ شہزینہ آپی کو زبردستی اس کے پاس سے اٹھا کر خود اس کے قریب والی سیٹ پر جا بیٹھا تھا اور پھر تمام راستے مسلسل اسے تنگ کرتا رہا تھا۔

اسے لگا اس وقت بھی وہ اس کے بالکل قریب بیٹھا ہے' اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور گردن موڑ کر اپنے ساتھ والی سیٹ پر دیکھنے لگی جہاں زارا کانوں پر ہیڈ فون لگائے آنکھیں بند کیے انگلش گانوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

تب ہی اسے اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی' بلا ارادہ اس نے ویو بیک مرر کی جانب دیکھا جہاں نہایت سنجیدگی سے بھرپور دو آنکھیں پورے استحقاق کے ساتھ اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ زیادہ دیر ان آنکھوں کو نہ دیکھ سکی اور کھڑکی کی طرف رخ کر گئی۔

دشوار گزار مگر حسین سفر خوب صورت راستوں کی بھول بھلیوں میں کھو کر کئی گھنٹوں کے بعد اب بالآخر مکمل ہو چکا تھا۔

وین سے اترتے ہی سب کو اپنے قدم گویا فرش جنت پر محسوس ہوئے تھے۔ فضا میں پھیلی ٹھنڈک اور بھینی بھینی خوشبو سے سب ہی لطف اٹھا رہے تھے۔ جبکہ سامان ہوٹل میں شفٹ کیا جا رہا تھا۔

شدید سردی کے باعث دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر گرم کرتی وہ سائیڈ پر کھڑی تھی۔

ایک سرسری سی نظر اس نے اپنے اطراف میں دوڑائی ہر منظر بہت شناسا سا تھا وہی برف سے ڈھکی بلند پہاڑیاں' وہی نیلگوں بہتا پانی' وہی آسمان سے اترتے ننھے ننھے برف کے ذرے' وہی سرسراتی گنگناتی ہوا' وہی خوشبوؤں میں بسی معطر فضا۔ سب کچھ پہلے جیسا تھا کچھ بھی نہیں بدلا تھا لیکن اگر کچھ بدلا تھا تو وہ وقت تھا۔ ایک ٹیس تھی جو اس کے دل میں محض پل بھر کے لیے اٹھی تھی اور وہ سسک کر رہ گئی تھی۔ درد کے باعث آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

اور یہی وہ لمحہ تھا جب تویر صاحب سے بات کرتے کرتے اچانک اس کی نظر درخت کے ساتھ ٹیک لگائے دوپٹہ کے پلو سے آنکھوں کے کنارے صاف کرتی ماہی پر جا پڑی تھی۔ اسے یوں دیکھ کر وہ بے چین ہو اٹھا تھا اس نے اردگرد ایک طائرانہ سی نظر دوڑائی جہاں سب ایک دوسرے کے ساتھ گروپس کی صورت میں کھڑے ماحول سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ خوش گپیوں میں مگن تھے۔

بے اختیار اس کا دل چاہا کہ وہ اس کے پاس جائے اور اپنی انگلیوں کی پوروں میں اس کے تمام آنسوؤں کو جذب کر لے اور اس کے تمام دکھوں کو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں قید کر لے تاکہ وہ پرسکون ہو جائے بالکل ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح غیر ارادی طور پر اس نے دو قدم اس کی جانب بڑھا دیے لیکن تیسرا قدم اٹھانے سے پہلے ہی وہ اپنی جگہ پر رک گیا۔

طوبیٰ اور زارا اس کے پاس جا پہنچی تھیں اور اب اس کا ہاتھ پکڑ کر سفیدے کے درخت کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ وہ وہیں سے واپس پلٹ آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

انہیں یہاں آئے تین دن گزر چکے تھے۔ وہ سب صبح ہی صبح سیر کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور پھر شام ڈھلنے پر ہی لوٹتے تھے۔ پورا اسٹاف اس سفر سے خوب لطف اٹھا رہا تھا۔ ہر چہرہ کھلا کھلا اور ہر آنکھ خوش دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سب کتنے مطمئن اور مسرور تھے۔

اس نے ایک نظر سب پر دوڑائی اور ایک گہری

سانس لے کر رہ گئی۔ اس کے اپنے اندر اور باہر تو بس اداسی ہی اداسی تھی جس کو یہ خوب صورت جگہ بھی دور نہیں کر سکتی تھی بلکہ یہاں آکر تو وہ مزید خود کو اکیلا اور مضطرب سا محسوس کرنے لگی تھی۔

یہی وہ جگہ تھی جہاں آکر اس نے خود کو بے حد خوش اور خوش نصیب تصور کیا تھا' شاید یہ اس شخص کی ہمراہی کا اعزاز تھا جو اسے چاہنے کا دعویدار تھا تب ہی تو اس کی چاہت میں وہ پور پور ڈوب چکی تھی اور پھر اس نے اس وقت اس کا ساتھ چھوڑ دیا جب وہ اس کے بغیر ایک لمحہ سانس لینے کی بھی متحمل نہیں تھی۔ اسے بتائے بغیر کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے اتنی دور چلا گیا کہ کتنی دیر تک اسے یقین ہی نہیں آیا تھا کہ عدید مہران اسے چھوڑ بھی سکتا ہے۔ جس کے لفظ لفظ سے یقین چھلکتا تھا جس کے حرف حرف میں سچائی گندھی محسوس ہوتی تھی وہ اسے چھوڑ کر محض اپنے برائٹ فیوچر کی خاطر اس کا اعتماد' بھروسہ اور مان سب کچھ توڑ کر خاموشی سے چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے خود کو کس طرح سنبھالا تھا' کیسے اپنے ٹوٹتے وجود کو بکھرنے سے بچایا تھا' کیا کیا جتن نہیں کیے تھے اس نے اپنے دل سے اس کی یاد کے ہر نقش کو مٹانے کے لیے لیکن جب وہ اس کوشش میں کامیاب ہونے لگتی تھی یونہی بالکل اچانک اس کی بات' اس کا انداز یا اس کا دھیما لب و لہجہ اسے کمزور کرنے لگتا تھا اور وہ خود کو مضبوط بنانے کی خاطر اپنے دل میں اس کے لیے کوئی نرم گوشہ رکھنے کی ہرگز روادار نہیں تھی۔

اس وقت بھی اس کا دل یونہی بھر آیا تھا نہ جانے کون سا احساس تھا جو اس کی آنکھوں کو بھگو دیا کرتا تھا کہ ہر منظر دھندلا دکھائی دینے لگتا تھا۔ اس نے پلکیں جھپک کر آنکھوں میں تیرتی نمی کو اندر دھکیلتے ہوئے اپنے اطراف میں دیکھا۔

ہر نظارہ نہایت دلکش تھا۔ بدن میں جھرجھری پیدا کرتی نرم ہوا' فضا میں محو رقص ننھے ننھے نما بادل' نیلے کنچوں جیسا شفاف پانی' ماحول کو پاکیزہ بناتی پوزے چاند کی سفید شعاعیں اور اطراف میں پھیلا گہرا سکوت ماحول کو حسین بنا رہے تھے لیکن اسے کسی بھی منظر میں دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ہر شے میں افسردگی اور یاسیت کا عنصر بے طرح نمایاں ہو رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے ماہی' میں تمہیں بالکل اداس یا پریشان نہیں دیکھ سکتا بلکہ مجھ سے یہ بھی برداشت نہیں ہوتا کہ تمہارے اردگرد ایسا ماحول ہو جو تمہاری آنکھوں کو افسردہ کر دے۔" وہ بہت نرمی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولا تھا۔

وہ جو اب فضا میں پھیلی معطر اور بھینی خوشبو کو آنکھیں بند کیے اپنے اندر اتار رہی تھی۔ اپنے قریب سے آتی اس کی آواز پر جھٹکے سے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔

وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

وہ محض ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

یکے بعد دیگرے ذہن پر جھلملانے والی اس کی باتیں اسے اضطراب میں مبتلا کر رہی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر کھڑکی بند کر کے اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گئی اور ایک نظر قریب ہی دوسرے بیڈ پر سوئی زارا پر ڈالی جو پرسکون سو رہی تھی۔ وہ حسرت سے اسے دیکھتی رہی۔ وہ بھی تو اسی طرح ہر شے سے بے خبر طمانیت بھری نیند سونا چاہتی تھی لیکن وہ جب سے یہاں آئی تھی ایک لمحہ کے لیے بھی اطمینان سے نہیں سو سکی تھی۔

وہ اب مزید یہاں رہنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے لگتا تھا۔ اگر وہ کچھ دن اور یہاں رہی تو اپنی انا' اپنی خودداری سب کچھ ختم کر ڈالے گی۔ وہ ایسے کسی کمزور لمحے کی زد میں آنا نہیں چاہتی تھی جو اسے خود سے دور کر دے اور اس کی شناخت کھو دے۔ وہ بہت مشکل سے خود کو سنبھال پائی تھی اب اتنی آسانی سے اپنی ذات کے غرور کو زمین بوس ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

سوچتے سوچتے اسے شدید گھبراہٹ ہونے لگی۔ خود کو ریلیکس کرنے کی خاطر سونے کی کوشش کرنے لگی اور پھر جلد ہی وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"سر ہماری واپسی کب تک ہے؟" ایک تفریحی مقام پر وہ سب کھانا کھانے میں مصروف تھے جب زارا نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

"خیریت مس زارا! آپ اتنی جلدی گھبرا گئیں آپ؟" جواباً اس نے قدرے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"تو سر ایم کل رائٹ بٹ ماہین کچھ گھبرائی ہوئی ہیں رات بھی ٹھیک طرح نہیں سو پائیں اور پریشان سی رہتی ہیں غالباً" یہ گھر والوں کو بہت مس کر رہی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کئی بار جلدی واپس چلنے کو کہا تو میں نے سوچا آپ سے پوچھ لوں تاکہ یہ ریلیکس ہو جائیں۔"

اس کے سوال کے جواب میں زارا نے تفصیل سے جواب دیا جس کو سن کر وہ اس کے جھکے سر کو دیکھنے لگا جو زارا کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

"آر یو شیور کہ آپ گھر والوں کو مس کر رہی ہیں"۔ اس نے لفظ "گھر والوں" پر زور دیتے ہوئے پوچھا تو مجبوراً" اسے سر اٹھا کر اسے دیکھنا پڑا۔ جو سوالیہ انداز میں اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

پتا نہیں اس کی مسکراتی آنکھوں میں ایسا کیا تھا کہ وہ جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکی اور دوبارہ سر جھکا گئی۔

وہ بھی کھانے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ ٹیبل پر مکمل خاموشی تھی۔ یہ بھی شکر تھا کہ اس نے جواب دینے پر زور نہیں دیا تھا اور کرنے پتا نہیں وہ کیا کہہ دیتی؟ اور پھر شاید وہ اس اندرونی کیفیت کو ہمیشہ کی طرح بھانپ گیا تھا جبھی اگلے دن اس نے ایک امپورٹنٹ ڈیلی گیشن سے ملنے کا بہانہ بنا کر سب کو پیکنگ مکمل کرنے کا آرڈر دے ڈالا تھا۔

وہ اپنی تمام تیاری مکمل کر کے ہوٹل کے پچھلے حصے میں جہاں ایک چھوٹی جھیل بنی تھی وہاں چلی آئی۔ اسے یہ جگہ شروع سے ہی بے حد پسند تھی وہ الوداعی نظروں سے اس جھیل میں تیرنے والی بطخوں کو تک رہی تھی جب وہ غیر محسوس طریقے سے اس کے قریب آ کھڑا ہوا اور اس کی تقلید میں سفید بطخوں کو دیکھنے لگا۔

"تمہیں یاد ہے جب ہم پہلے آئے تھے تو اس جھیل میں صرف چار بطخیں تھیں اور اب تیرہ ہو چکی ہیں۔"

اس نے چونک کر اپنے بائیں جانب دیکھا جو بطخوں پر سے نظر ہٹا کر اب اس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ وہ یہاں کب آیا اسے پتا ہی نہیں چلا، کس قدر گم ہو گئی تھی وہ گزرے وقتوں کی خوب صورتی میں کہ اس کی آمد سے بے خبر ہی رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم کچھ بھی نہیں بھولیں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ تم یہاں آ کر ان لمحوں کو یاد کر کے افسردہ ہو جاؤ جب ہم۔۔۔"

اس کی بات مکمل سنے بغیر وہ تیزی سے مڑی اور ہوٹل کی طرف چل پڑی۔

اس کے اس طرح کرنے پر وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتا رہا جو اس سے بات کرنا تو دور بات سننا گوارہ نہیں کر رہی تھی۔ یہاں آ کر بھی اس نے کتنی ہی بار اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسے اس طرح نظر انداز کر دیتی تھی کہ اسے اپنی کم مائیگی کا احساس شدت سے ہونے لگتا تھا۔

کاش وہ ایک بار اس کی بات سن لے۔ لیکن وہ تو اسے دیکھتے ہی بے زار نظر آنے لگتی تھی۔

کچھ بھی تھا یہاں آنے کے بعد وہ یہ تو جان گیا تھا کہ بظاہر وہ جو بھی کرے اپنے اندر اس کے لیے بے چینی ضرور محسوس کرتی ہے۔ یہ سوچتے ہی وہ قدرے مطمئن ہو گیا اور ایک گہرا سانس بھرتا ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

☼ ☼ ☼

"سنائیے کیسا ٹرپ رہا جناب کا؟" احسن پچھلے کئی دنوں سے شہر سے باہر تھا اور اب کراچی پہنچتے ہی وہ اس سے ملنے اس کے آفس آ پہنچا تھا۔ اس سے مصافحہ کے بعد چیئر پر بیٹھتے ہوئے احسن نے خوشدلی سے پوچھا۔

"اچھا تھا۔" اس نے مختصر جواب دیا تو احسن نے بغور اس کی جانب دیکھا جو کچھ لپ سیٹڈ دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا مطلب تمہارا صرف اچھا تھا؟" احسن نے کریدا۔ وہ کچھ سیریس سا تھا۔

"کچھ نہیں یار۔ عموماً" جس طرح کے ٹرپ ہوتے ہیں یہ بھی ویسا ہی تھا۔" انٹر کام پر چائے کا آرڈر دیتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کچھ بات نہیں بنی۔" حسن نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں وہاں بات بنانے گیا تھا؟" اس نے گھور کر احسن کو دیکھا۔

"پھر کس لیے گئے تھے؟" احسن پتا نہیں کیا سننا چاہ رہا تھا وہ ایک نظر اسے دیکھ کر گویا ہوا۔

"جانا تو ضروری تھا یار اور اس جگہ اس لیے گیا تھا تاکہ اس کے ساتھ اس خوب صورت وقت کو یاد کروں جب وہ صرف مجھے سوچتی تھی مجھے دیکھتی تھی۔ میں بس اتنا چاہتا تھا کہ وہ پہلے کی طرح وہاں صرف میری ہو کر رہے لیکن۔" وہ پتا نہیں کیا کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا سو خاموش ہو گیا۔ احسن نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ وہ بہت مضمحل۔ اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا بات ہے عدید' کچھ ڈسٹرب لگ رہے ہو۔" احسن پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"نہیں یار ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے احسن کو ٹالنا چاہا مگر وہ بضد تھا۔

"کیا بتاؤں یار مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟" بالآخر وہ بول ہی پڑا تھا مگر کچھ الجھا الجھا سا تھا۔

"میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں اسے منانا چاہتا ہوں اس سب کے لیے جو میں نے اس کے ساتھ کیا جو میرے گھر والوں نے کیا لیکن وہ میری ایک بات بھی سننا پسند نہیں کرتی میں کس طرح اسے کنوینس کروں یار میں بہت الجھن میں ہوں مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا ہر وقت ایک عجیب سی بے زاریت سوار رہتی ہے۔ میں اکتا گیا ہوں اس ساری سچویشن سے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے بات کرے مجھے سمجھنے کی کوشش کرے۔ میں اتنا غلط نہیں ہوں جتنا وہ مجھے سمجھتی ہے یار' میرا خیال تھا وہاں جا کر اس کے رویے میں کچھ تبدیلی آئے گی لیکن۔" اس کے لہجے سے بے بسی چھلک رہی تھی۔ اس کی بات سن کر احسن خاموش ہو گیا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اسے کس طرح تسلی دے؟ جبکہ اب وہ پہلے کی نسبت مزید حساس ہو گیا تھا اور ماہین کو لے کر انتہائی حد تک سنجیدہ ہو رہا تھا۔ اس وقت اسے کچھ بھی کہنا یا سمجھانا بے معنی تھا۔

تقریباً" آدھے گھنٹے بعد احسن جا چکا تھا اس کے جاتے ہی اس نے تھکے تھکے انداز میں سر سیٹ کی بیک پر گرا دیا اور اسے سوچنے لگا جسے اس کے احساسات کی تطعاً" پروا نہ تھی۔ وہ خود کو عجیب کیفیت میں گھرا محسوس کر رہا تھا بہت مجبور اور بے بس۔ ایک کوفت سی تھی جو اس کے اعصاب پر سوار اس کے حواس کھو رہی تھی۔

اس نے دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور مسئلے کا حل سوچنے لگا مگر اسے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا تب ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور کان سے لگایا اور کرن کو میسج دینے کے بعد سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنی سیٹ کی پچھلی جانب قد آدم گلاس ونڈو سے باہر نظر آنے والی لمبی کشادہ اور پر رونق سڑک پر تیزی سے چلتی ٹریفک پر نظریں جما دیں۔

"مے آئی کم ان؟" دروازہ کو ہلکا سا ناک کر کے اس نے اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا جو پہلے دن کی طرح آج بھی اس کے دل میں بڑے کروفر سے براجمان تھی اور ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔ اس کی بے اعتنائی اور حد درجہ بے رخی کے باوجود وہ اس کا اسی شدت سے طلب گار تھا جس طرح پہلے تھا۔

کاش وہ اپنا دل اس کی طرف سے بالکل صاف

کرلے تو وہ خود کو کتنا ہلکا پھلکا سا محسوس کرے گا۔ اپنے دل اور کندھوں پر نظر نہ آنے والے بوجھ کو اتر جانے سے وہ اپنی نظروں میں کتنا معتبر ہو جائے گا لیکن

—

"مجھے بلایا تھا؟" اسے اپنی طرف مسلسل دیکھتا پا کر اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا تو اسے بھی اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا اور فوراً بول پڑا۔

"ہاں، بیٹھو۔" آہستہ آہستہ چلتا وہ ٹیبل کے پاس آ کھڑا ہوا اور چیئر کی طرف اشارہ کیا مگر وہ بدستور کھڑی رہی تو اس نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا۔

"ماہی تم جانتی ہو نا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" کچھ ہی فاصلے پر کھڑا وہ استفسارانہ انداز میں بولا تو اس کی بات پر اس نے تیز نظروں سے اسے دیکھا جو خطرناک حد تک سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ پل بھر کے لیے وہ کچھ بھی نہ بول سکی اور خاموش ہی رہی جبکہ وہ سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر جمائے جوں کا توں کھڑا تھا۔ وہ اپنے اندر موجود ساری ہمت کو جمع کر کے مضبوط لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں تم سے یہاں اس قسم کی باتیں کرنے نہیں آئی اور اگر تم نے مجھے یہاں اس مقصد کے لیے بلایا ہے تو میں—"

"ہاں میں نے اسی مقصد کے لیے بلایا ہے تمہیں یہاں اور تمہیں بھی مجھ سے آج بات کرنی ہو گی ماہی۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ دو ٹوک انداز میں بولا۔

اس کے تیور کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے لہٰذا اس نے اس سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور پلٹ کر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے لیکن اسی لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر اپنے سامنے لا کھڑا کیا۔

اس کی اس حرکت پر وہ ششدر رہی رہ گئی اور کتنی ہی دیر تک حیرت سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ اس نے پہلے کبھی اس کا اس طرح ہاتھ نہیں پکڑا تھا بلکہ وہ تو ہمیشہ اس سے ایک مخصوص فاصلہ رکھ کر بات کرتا تھا جبکہ آج وہ اس سے صرف ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس سے مخاطب تھا۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے، کیوں مجھ سے بات نہیں کرتیں تم۔ تمہیں شکایت ہے نا مجھ سے تو کرو ماہی۔ لیکن میرے ساتھ اس طرح بی ہیو مت کرو میں مزید تمہارا اس طرح کا رویہ برداشت نہیں کر سکتا۔" اس نے یاسیت سے کہا۔

"تم سے کس نے کہا کہ مجھے تم سے شکایت ہے؟" اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں پر سے ہٹاتے ہوئے اس نے تڑخ کر مزید کہا۔

"اور اگر تمہیں میرا اس طرح کا رویہ برداشت نہیں ہے تو میں تمہیں مزید اس مشکل میں نہیں ڈالوں گی کہ تمہیں مجھے برداشت کرنا پڑے۔" وہ اتنا کہہ کر تنتنائی ہوئی تیزی سے باہر نکل گئی مبادا وہ دوبارہ اس کے سامنے نہ آ کھڑا ہو۔

اس کا چبھتا ہوا انداز اسے تشویش اور الجھن میں مبتلا کر گیا تھا۔ کتنی ہی دیر تک وہ اضطراری کیفیت میں ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا۔ اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اس سے بات کرے اور کس طرح اس کے اندر موجود کڑواہٹ کو شیرینی میں تبدیل کرے؟ وہ تو اس کی کوئی بات بھی سننے کو تیار نہیں تھی۔

وہ متفکر سا چیئر پر آ بیٹھا اور خالی خالی نظروں سے لیپ ٹاپ کو تکنے لگا۔ اس کا کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا مگر ٹیبل پر فائلز کا ڈھیر دیکھ کر مجبوراً وہ ہر خیال کو ذہن سے جھٹک کر خود کو فائل میں گم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

☼ ☼ ☼

وہ جس وقت گھر پہنچی اس کی اندرونی حالت بہت بری تھی۔ عدید مہران کے ہاتھوں کا لمس اسے اب بھی اپنے بازوؤں پر محسوس ہو رہا تھا اس کی اس حرکت نے اسے اندر تک ہلا ڈالا تھا اور شاید وہ یہی چاہتا تھا کہ وہ

ٹوٹ جائے اور پھر اس کے آگے بکھر کر اپنی انا کھو دے' اپنی ذات کے غرور کو فنا کر دے۔ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی تھی اس نے بہت مشکل سے اپنا آپ بچا کر رکھا تھا۔ خود کو کس طرح اس تکلیف سے نکالا تھا جو اس کے رویے نے اسے پہنچائی تھی یہ وہی جانتی تھی۔ اور اب وہ ایسے کسی لمحے کی زد میں آنا نہیں چاہتی تھی جو اسے خود سے اس حد تک بے گانہ کر دے کہ وہ اس اذیت کو بھلا دے جو اس نے اسے دی تھی۔

وہ کچھ بھی کھائے پیے بغیر اپنے کمرے میں جا گھسی اور خود کو ریلیکس کرنے کی سعی کرنے لگی۔ اسی کوشش میں اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں پھر یکدم وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

وہ اس کے سامنے خود کو جتنا مضبوط ظاہر کرتی تھی اندر سے اتنی ہی کمزور ہو رہی تھی لیکن وہ اپنا بھرم اس کے سامنے ہرگز کھونا نہیں چاہتی تھی اسی لیے اس سے بات کرنے سے حتی الامکان گریز کرتی ورنہ وہ بھربھری مٹی کی طرح بکھرتی چلی جاتی اور وہ اسے روندتا آگے بڑھ جاتا۔ پتا نہیں کیوں اب وہ اس پر اعتبار کرتے ہوئے ڈرنے لگی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو ایک بار پھر وہ اس کے بھروسے کو توڑتا آگے نکل پڑے اور وہ دوبارہ شاید اٹھ بھی نہ سکے اور پھر خود کو کہیں دفن ہی نہ کر ڈالے جبکہ ماہین عزیز کی ذات اور اس کا وجود اتنا ارزاں نہیں تھا کہ وہ جب مرضی اس کو تضحیک کا نشانہ بنا کر پلٹ جاتا۔

شاید یہی وہ خوف تھا جو اسے اس کے سامنے مضبوط بنائے رکھتا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے پرسوچ نظروں سے چھت کو تکنے لگی۔

☼ ☼ ☼

اگلے دن وہ مقررہ وقت پر اپنے آفس میں داخل ہوا تھا۔ اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی معمول کے مطابق ای میلز چیک کر رہا تھا جب اس کی نظر ایک ٹائپ شدہ ریزیگنیشن لیٹر پر جا پڑی۔

اس نے یکے بعد دیگرے تین بار اس لیٹر کو پڑھا جو ماہین عزیز کی طرف سے تھا۔ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا اور اعصاب مکمل طور پر تن گئے۔ غصے سے اس وقت اس کا برا حال تھا۔ کتنی ہی دیر تک وہ اس کاغذ کو گھورتا رہا پھر زور سے چیئر پیچھے کی جانب دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ میں کچھ پیپرز پکڑے تیزی سے باہر نکل گیا۔

"ایکسکیوزمی اسٹاف۔" تمام ایمپلائز سر جھکائے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے جب اچانک اس کی کرخت آواز اور سخت لہجے پر سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے اور یک لخت اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا سمجھتے ہیں آپ لوگ' یہ کمپنی آپ کے بغیر نہیں چل سکتی یا میں نہیں چل سکتا؟" وہ باری باری سب پر نظر ڈالتے ہوئے درشتگی سے مزید بولا۔

"جس کا جب دل چاہتا ہے وہ لیو (چھٹی) پر چلا جاتا ہے اور جب دل چاہتا ہے وہ آفس چھوڑ کر جانے کی دھمکی دے دیتا ہے' کیوں؟" اس کا انداز سوالیہ جبکہ لہجہ وہی تھا۔

"جاب کرنے کے کچھ رولز ہوتے ہیں کچھ ریگولیشنز ہوتی ہیں جن کے مطابق چلنا آپ کا فرض بنتا ہے کمپنی کے ساتھ کیے گئے ایگریمنٹس کی خلاف ورزی کی صورت میں میں آپ کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہوں لہٰذا محتاط رہیے گا اور ایک بات جو میں آپ سب کو بتا رہا ہوں کہ آپ کے اپنے ذاتی مسائل جتنے بھی ہوں ان کا اثر آپ کے کام یا آپ کی جاب پر نہ پڑے تو بہت بہتر ہو گا ورنہ جو چھوڑ کر جانا چاہتا ہے جائے۔"

آخری بات کہتے وقت اس نے محض ایک نظر اس پر ڈالی تھی پھر ہاتھ میں پکڑے پیپرز قریب رکھے کاؤنٹر پر پٹخنے والے انداز میں رکھتا واپس پلٹ گیا۔

اس کے جاتے ہی پورے اسٹاف میں چہ مگوئیاں

شروع ہو گئی تھیں۔ سب لوگ اس کے رویے کو لے کر بات کر رہے تھے۔ کیونکہ اب سے پہلے اس نے کبھی ان سے اس طرح بات نہیں کی تھی۔ آفس میں موجود ہر شخص ہی حیران ہو رہا تھا اور وہ بظاہر کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے خاموشی سے اپنا کام کرنے میں محو ہو چکی تھی۔ لیکن ذہن اس کی باتوں میں اٹکا ہوا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ شدید غصے میں اپنے روم سے باہر نکلا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا آفس چھوڑ آیا۔ اس کا دماغ بری طرح گھوم رہا تھا سو یہی بہتر تھا کہ وہ آفس سے ہی نکل آئے ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے اس طرح کرنے پر وہ اس کی طبیعت ہی صاف کر دے۔ لیکن وہ آفس میں کسی کا تماشا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ اس وقت خود کو ریلیکس کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا سو لانگ ڈرائیو پر نکل کھڑا ہوا۔ اس دوران وہ مسلسل اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تب ہی یکدم ذہن میں در آنے والے ایک خیال نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔

"اگر واقعی وہ کل نہ آئی تو اسے کہاں ڈھونڈے گا۔" نہ تو اسے اس کا ایڈریس معلوم ہے اور نہ کوئی فون نمبر۔ یہ بات پہلے اس کے ذہن میں ہی نہیں آئی اس نے جھٹکے سے گاڑی ایک سائیڈ پر روکی۔ اس کا دماغ سن ہو گیا تھا۔ وہ تو بے وقوفی کر ہی رہی تھی لیکن اسے تو دانش مندی سے کام لینا چاہیے تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ کی کلائی پر بندھی رسٹ واچ کی جانب دیکھا۔

شام کے ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ آفس ٹائم بھی ختم ہونے کو تھا۔ یقیناً بہت سے ایمپلائز آفس سے نکل چکے ہوں گے کچھ سوچتے ہوئے اس نے آفس کا نمبر ملایا۔

دوسری طرف کرن موجود تھی۔ وہ اس سے آفس سے متعلق دو تین باتیں پوچھ کر اصل مقصد کی طرف آگیا۔

"مس کرن مجھے یہ بتائیے کہ آفس میں موجود تمام ایمپلائز کے ایڈریسز اور فون نمبرز فیڈ کیے ہوئے ہیں آپ نے؟" اس نے اپنے اندر کی گھبراہٹ کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر سب کچھ فیڈ ہے۔" کرن نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

"او کے تھینکس۔" وہ سکون کا سانس بھر کر رہ گیا۔ پھر دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا لے گیا۔ پتا نہیں وہ کل آفس آئے گی یا نہیں؟ یہی سوچ اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

ہر روز اسے دیکھ کر' اس کی آواز سن کر اسے جو اطمینان اور سکون ملتا تھا وہ کسی طور اسے کھونے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے یقین تھا وہ یونہی کسی دن اسے ضرور منا لے گا لیکن اس کے جاب چھوڑنے کا سن کر تو اس کے حواس ہی گم ہونے کو تھے۔

اسے کل صبح کا بے چینی سے انتظار تھا' معلوم نہیں وہ آئے گی یا نہیں؟

✡ ✡ ✡

"آئی ریئلی ڈونٹ نو ماہین کہ تم چاہتی کیا ہو؟" سویرا قدرے تعجب اور پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"حالانکہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ مریم کے سسرال والے کسی بھی وقت شادی کی ڈیٹ فکس کرنے پر زور دے سکتے ہیں پھر ایسے میں تم اتنی بڑی حماقت کیسے کر سکتی ہو؟ مجھے واقعی تم سے ایسی امید نہیں تھی ماہین اور تمہیں پتا ہے آج صبح ہی مریم کے سسرال والے آئے تھے' مجھے فاطمہ بجو نے بتایا ہے۔" وہ چپ چاپ سویرا کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ یوں اچانک مریم کے سسرال والے اگلے دو ہفتوں تک شادی کرنے کا عندیہ دے سکتے ہیں اور ایسے میں وہ یہ جاب بھی چھوڑ کر گھر بیٹھ جائے گی تو اتنا انتظام کیسے ہو سکے گا۔

اپنی جلد بازی پر وہ خود بھی پچھتا رہی تھی کیا تھا اگر کچھ عرصہ مزید وہ مزید عمران کو برداشت کر لیتی؟ کم از کم

Digestlibrary.com

اتنی بڑی پریشانی کا سامنا تو نہ کرنا پڑتا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے۔

"تم نے یہی سوچا تھا نا کہ تم مریم کی شادی سے پہلے کمپنی سے لون لو گی پھر تم نے یہ اسٹیپ لینے سے پہلے کیوں نہیں سوچا کہ جاب چھوڑ کر کرو گی کیا؟" سویرا کو اس پر حقیقتاً بہت غصہ آرہا تھا اور وہ غصے میں بولے جارہی تھی اور وہ خاموشی سے اس کی باتیں سنے جارہی تھی کہ وہ صحیح ہی تو کہہ رہی تھی۔

"ہائے وائے ماہین یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ تم اب بھی عدید کو پسند کرتی ہو اسے چاہتی ہو اور جو کچھ بھی اس نے کیا یا ہوا وہ اس سب کے لیے تم سے سوری بھی کر چکا پھر تمہاری ضد کیا معنی رکھتی ہے میں سمجھ نہیں سکی۔ عدید مہران جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں ماہین ورنہ پانچ سال کا عرصہ انگلش کنٹری میں گزارنے کے بعد کون واپسی کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کون اپنی محبت کو یاد رکھتا ہے لیکن تم ہو کہ فضول سی ضد میں خود بھی تکلیف میں رہتی ہو اور اسے بھی۔"

"میں کسی تکلیف میں نہیں رہتی سویرا! کیونکہ مجھے جتنی تکلیف ہونی تھی وہ بہت پہلے ہی سہہ چکی ہوں۔" وہ سویرا کی بات کاٹ کر تیزی سے بولی۔

"اوکے' اوکے' پلیز ریلیکس' چھوڑو اس بات کو اور اب یہ سوچو تم نے کرنا کیا ہے۔" سویرا جانتی تھی وہ اس موضوع پر اس سے ٹھنڈے دل سے کبھی بات نہیں کرے گی اور اب بھی اصل بات اس کے مزاج کی نذر ہو جاتی سو اس نے بات ہی بدل دی سویرا کی بات پر وہ ایک بار پھر چپ ہو گئی تھی۔ اسے تو خود کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟

"غلطی تو تم سے ہو گئی ماہین اور اس کا ازالہ بھی تم ہی نے کرنا ہے۔ اور ویسے بھی کمپنی نے تو تمہیں ایگزٹ نہیں کیا تھا نا' تم خود ہی چھوڑنا چاہتی تھیں لیکن اب دوبارہ جوائن کرنا چاہتی ہو اِٹس سمپل' اور تھینک گاڈ کہ تم نے آفس میں کسی کو اپنے ریزیگنیشن کا نہیں بتایا اور یہ بات صرف عدید تک ہی محدود تھی تو تمہارے حق میں ہے یہ سب ورنہ دوسری صورت میں تمہیں سب کے سوالوں کے جواب دینے پڑتے۔ بہرحال فیصلہ تم نے کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا پلیز۔ میں چلتی ہوں اب کل آؤں گی اوکے!"

سویرا اس کی اسکول فرینڈ تھی اور اس کی بہت خیر خواہ بھی سو جب بھی موقع ملتا اسے سمجھانے لگتی تھی اور وہ اس کی ہر بات خاموشی سے سن لیتی تھی لیکن عدید مہران کے نام پر وہ پل بھر میں بھڑک اٹھتی تھی۔ اسی لیے سویرا بہت سنبھل کر اس کا ذکر کرتی تھی۔ اس نے سویرا کو گیٹ تک چھوڑا پھر دوبارہ اپنے کمرے میں آگئی۔

اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ اس وقت خود کو عجیب سچویشن میں گھرا محسوس کر رہی تھی۔ جس کا کوئی حل اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اس وقت اسے بس مریم کی فکر ستائے جارہی تھی۔ کاش ماموں ان کا تھوڑا سا تو خیال کرتے' ان کا حق انہیں دیتے تو آج اتنی پریشانی تو اٹھانی نہ پڑتی۔

ایک بار پھر اس کی ذہنی رو بھٹک گئی تھی اور اس کے دل میں ماموں کی فیملی کے خلاف عناد بھر آیا تھا۔ جس کے ہر فرد نے مل کر انہیں مجبور و بے بس کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

دوسری طرف اسے امی سمیت فاطمہ بجو اور مریم کی فکر ستائے جارہی تھی جن کو اس نے مکمل اطمینان دلایا ہوا تھا کہ اس کی کمپنی اسے لون دے گی تو وہ آرام سے مریم کی شادی کر سکیں گے لیکن اب۔۔۔ اب کیا جواب دے گی وہ انہیں؟ اسے شدید گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ بڑی بے چینی سے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا چند لمحوں کا فاصلہ اسے برسوں پر محیط لگ رہا تھا۔ دل کی دھڑکنیں بھی بے ترتیب ہوتی جارہی تھیں۔ وہ جلد سے جلد آفس پہنچنا چاہتا تھا۔

کاش ایسا ہو کہ۔ وہ آفس میں قدم رکھتے ہی اسے نظر آجائے۔

لفٹ کا بٹن پریس کرتے ہوئے بے اختیار اس نے دعا مانگی پھر باہر نکل کر تیزی سے اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

گلاس ڈور دھکیل کر جس وقت وہ اندر داخل ہوا حسب معمول تمام ورکرز اٹھ کھڑے ہوئے اور گڈ مارننگ وش کرنے لگے مگر وہ غائب دماغی سے چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور پھر غیر ارادی طور پر دائیں جانب بنے کیبن کی طرف لمحہ بھر کو نظر اٹھا کر دیکھا وہ بھی حسب معمول کھڑی اس پر ایک نظر ڈال کر سر جھکا گئی تھی۔

طمانیت بھرا سانس اپنے اندر اتارتا وہ مطمئن سا اپنے روم میں چلا آیا اور پر سکون انداز میں سیٹ پر جا بیٹھا۔

طبیعت میں جو بوجھل پن تھا وہ اب یکسر غائب ہو چکا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور پھر جس وقت اس نے لیپ ٹاپ آف کیا شام کے چار بجے تھے۔ وہ فوراً" اٹھ کھڑا ہوا اور آفس سے باہر نکل آیا تقریباً" آدھا گھنٹے بعد وہ تسمینہ پھپھو کے گھر پر موجود تھا۔

"عدید تم۔" دستک کے جواب میں دروازہ فاطمہ بجو نے کھولا تھا اور دروازہ کے دوسری طرف اسے دیکھ کر خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات سمیت وہ نم آنکھوں سے کتنی دیر تک اسے دیکھتی چلی گئی تھیں۔

"السلام علیکم بجو۔" اس کے سلام کرنے پر انہوں نے اس کے جھکے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اسے لیے اندر چلی آئیں اور امی کو آواز دے کر بلانے لگیں۔ تسمینہ پھپھو کا حال بھی بجو سے کچھ مختلف نہ تھا بلکہ وہ تو اسے گلے لگا کر باقاعدہ رو ہی پڑی تھیں۔

"ترس گئی تھی میں تو اپنوں کو دیکھنے کو تمہیں دیکھ کر میری آنکھوں میں ٹھنڈک اتر آئی ہے بیٹا۔ بس اب اس طرح دور مت جانا۔" اور پھر باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا اور پتا تو اس وقت چلا جب وہ شام سات بجے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

نہ جانے کون کون سے راز و نیاز ہو رہے تھے کہ اسے دیکھتے ہی سب خاموش ہو گئے۔ یوں اچانک اسے یہاں پا کر وہ بوکھلا سی گئی تھی مگر جلد ہی اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے امی اور بجو کو سلام کر کے جھٹ کمرے سے باہر نکل آئی۔

پتا نہیں کیوں اسے دیکھتے ہی اس کا گلا خشک پڑ گیا تھا۔ وہ سیدھی کچن میں چلی آئی اور فریج سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس میں پانی انڈیلنے لگی۔

"ماہین تم نے عدید کو نہ سلام کیا اور نہ دو گھڑی اس کے پاس بیٹھیں' یہ کیا طریقہ ہے۔ وہ کتنے برسوں یہاں آیا ہے اور نہ جانے کس طرح ہم تک پہنچا ہے؟ لیکن تم ہو کہ۔۔۔"

"جانتی ہوں میں وہ کس طرح یہاں تک پہنچا ہے۔" وہ محض سوچ کر ہی رہ گئی۔ پھر مزید ان کی کوئی بات سنے بغیر کچن سے باہر نکل گئی۔

اس کے اس رویے پر فاطمہ بجو محض تاسف سے سر ہلا کر اسے دیکھتی رہیں جو اپنے کمرے میں جا گھسی تھی اور پھر اس کے جانے تک وہ کمرے میں بند ہی رہی۔ اس نے باہر آنے کی تکلیف کی تھی اور نہ کسی نے اسے بلانے کی۔

"آپی کھانا کھا لیجیے۔" وہ یقیناً" جا چکا تھا تب ہی مریم کھانے کی ٹرے سجائے کمرے میں داخل ہوئی تھی وگرنہ جب سے وہ آیا تھا مریم نے بھی اس کے پاس آنے کی زحمت کی تھی۔

پتا نہیں کون کون سے راز و نیاز ہو رہے تھے کہ کوئی بھی اس کے پاس سے ہلنے کو تیار ہی نہ ہو رہا تھا۔ کچن سے آتی مختلف کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو سے اسے یہ تو پتا چل گیا تھا کہ وہ رات کا کھانا کھا کر ہی جائے گا۔

"آپ کو پتا ہے آپی عدید بھائی ہم سب کے لیے گفٹس لائے ہیں اور انہیں کھانا بھی بہت پسند آیا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ وہ ان کھانوں کو ترس ہی گئے تھے۔"

مریم اس کی پلیٹ میں بریانی نکالتے ہوئے بڑے شوق سے اس کی باتیں بتا رہی تھی جن کو وہ بے دلی سے سنتی رہی پھر کھانے میں مصروف ہو گئی۔

اس کی عدم دلچسپی کے باعث مریم جلد ہی اس کے پاس سے اٹھ گئی جبکہ وہ کھانے سے فارغ ہو کر بلا ارادہ اسے سوچنے لگی جو اسے بتائے بغیر گھر تک آپہنچا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور امی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی وجہ سے وہ آج امی سے ٹھیک طرح مل بھی نہیں سکی تھی۔

امی کا چہرہ خوشی اور مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ کتنے ہی عرصہ کے بعد وہ ان کو اس طرح خوش دیکھ رہی تھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ بھی غلط کہنے سے باز ہی رہی اور چپ چاپ ان کی سننے لگی۔ جن کی زبان پر ماموں جان اور مامی جی کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ نہ کوئی شکوہ' نہ کوئی شکایت۔ وہ حیرت سے ان کے کھلتے چہرے اور مسکراتی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کایا پلٹ پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

☼ ☼ ☼

اگلے ہفتہ مریم کا نکاح طے پا گیا تھا اور اب تیاریوں میں محض نو دن باقی تھے۔ وہ بوکھلا گئی تھی کہ اتنے کم دنوں میں کس طرح تمام تیاریاں مکمل ہوں گی۔ جبکہ کمپنی نے بھی لون ریجیکٹ کر دیا تھا۔

"کمپنی ایسا کیسے کر سکتی ہے؟" وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ اس نے توقیر صاحب سے لون ریجیکٹ ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا ماہین یہ سب تو سروے سائیڈ کرتے ہیں کہ کس کو لون دینا ہے اور کب دینا ہے؟ انہوں نے اگر ریجیکٹ کیا ہے تو یقیناً" کوئی وجہ ہو گی بہتر ہے آپ ایک دفعہ ان سے خود بات کر لیں اور اپنی مجبوری ان کو بتائیں ہو سکتا ہے وہ یہ لون پاس کر دیں یہ تو آپ کا حق ہے۔"

توقیر صاحب نے پروفیشنل طریقے سے اسے مشورہ دیا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔ لون کے لیے اس کے پاس جانا اس کے لیے سوہان روح ہی تو تھا وہ مزید بل کر رہ گئی

"توقیر صاحب آپ ان سے بات کر لیجیے پلیز۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہیں وہ بھی انکار نہ کر دیں۔

"میں کوشش کروں گا" آپ فکر نہ کریں اوکے؟"

اس کے پریشان چہرے کو دیکھ کر توقیر صاحب نے تسلی دینے والے انداز میں کہا تو وہ ان کا شکر ادا کرتی پژمردہ قدموں سے چلتی ہوئی اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔

"ماہین تمہیں عدید سر اپنے آفس میں بلا رہے ہیں۔" زارا نے گزرتے ہوئے اسے پیغام دیا تو ناچار اسے اٹھ کر جانا پڑا۔

اجازت طلب کر کے وہ اس وقت اس کے بالکل سامنے چیئر کے پاس جا کھڑی ہوئی جبکہ وہ یونہی سر جھکائے فائل میں گم تھا۔ اس نے غور کیا اب وہ پہلے کی طرح اس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا اور نہ اسے بات کرنے پر فورس کرتا تھا۔ اس کا رویہ کچھ عجیب سا ہو گیا تھا اس کے ساتھ اب بھی اس نے ایک بار بھی اسے بیٹھنے کو نہیں کہا تھا جس طرح وہ پہلے کہا کرتا تھا اور نہ ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

پتا نہیں کیوں وہ اس کے اندر آئی ان تبدیلیوں کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

"توقیر صاحب نے تمہارے لیے لون کی سفارش کی تھی مجھ سے۔" وہ بدستور فائل پر سر جھکائے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔

اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ جواباً" کیا کہے سو خاموش ہی رہی۔

"اگر تمہیں یہ لون نہیں ملتا تو؟"

اب کی بار وہ سر اٹھا کر اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا جس نے اسے اس لیے اپنے آفس میں بلایا کہ وہ اس کے جذبات سے کھیلے' اس کی مجبوریوں کا مذاق اڑائے اور وہ۔ وہ اس سے گڑگڑا کر مدد مانگے۔ لیکن چہ افسوس کہ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی تھی۔

وہ خود پر ضبط کیے بمشکل اس کے سامنے کھڑی تھی

مزید کھڑے رہنا نہیں چاہتی تھی۔

"تو ہم اٹس او کے۔" وہ کچھ بھی کہنا یا سننا نہیں چاہتی تھی سو اتنا کہہ کر ہٹ گئی اور ابھی وہ دو قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ وہ تیزی سے اٹھا اور آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے چیخ کر بولا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو ہاں؟" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ غرا کر اس سے مخاطب تھا۔

"پچھلے تین دنوں سے میں تم سے تمہاری ریزیگنیشن والی حرکت پر ناراض ہوں اور تمہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ میں خود روٹھتا ہوں خود مان جاتا ہوں تمہیں احساس ہی نہیں ہو پاتا۔ تم اتنا نہیں سمجھتیں کہ خود میں نے تمہیں عدید مہران پر کتنا حق دیا ہوا ہے کہ جب چاہو اور جتنا چاہو اسے استعمال کر سکتی ہو لیکن تم ہم نے تو بے حسی کی انتہا کر دی ہے ماہی۔ تم تو اتنا بھی نہیں سمجھ سکتیں کہ میں نے لون ریجیکٹ کیا ہے تو کیوں؟" اس کا انداز سوالیہ تھا۔

"کیونکہ میں چاہتا تھا تم خود مجھ سے مریم کی شادی کا ذکر کرو تاکہ مجھے بھی یہ احساس ہو کہ میرا بھی تم پر کچھ حق ہے لیکن۔۔۔ تم نہیں جانتیں یہ احساس میرے لیے کس قدر قیمتی ہوتا اگر تم مجھ پر واضح کرنے کی کوشش کرتیں۔" اسے اپنے بازوؤں میں اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کی سختی بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔

"تم نے لون کے لیے اپلائی کیا تھا تو تمہیں لگا میں تمہیں لون دوں گا۔" اس کے لہجے سے افسوس چھلک رہا تھا۔

"بہت دکھ کی بات ہے ماہی کہ تم نے مجھے اتنا گرا ہوا سمجھا۔ میرے نزدیک میرا سب کچھ صرف تمہارا ہے اور میں تمہیں لون دوں گا یہ میرے لیے باعث شرم ہے۔"

وہ بہت آزردہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس اپنے اندر اتارا پھر آہستگی سے اس کے بازوؤں پر سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے تو وہ کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی اور وہ اسے جاتا دیکھتا رہا۔

"مریم میری بھی بہن ہے۔ اس کے بارے میں کسی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، خاص طور پر تمہیں۔"

اس کا ہاتھ ہینڈل پر دھرا تھا جب اسے اپنی پشت پر اس کی مضبوط لہجے میں کہی بات سنائی دی۔ وہ اسی خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اور وہ بند دروازے کو کتنی ہی دیر تک تکتا رہا۔

☼ ☼ ☼

"اللہ تیرا شکر ہے۔ تو نے میرے لیے عدید کو فرشتہ بنا کر اتارا ورنہ میرے اندر اتنی سکت کہاں تھی؟"

مریم بخیر و خوبی اپنے گھر رخصت ہو چکی تھی اور امی اٹھتے بیٹھتے عدید کے لیے دعا گو تھیں جس نے اخراجات کے علاوہ تمام انتظامات احسن طریقے سے سنبھالے ہوئے تھے اس دوران وہ خاموش ہی رہی تھی کیونکہ کچھ کام ایسے تھے جن کو واقعی وہ کرنے کی اہل ہرگز نہیں تھی اور ایسے میں کسی مرد کی ضرورت لازمی تھی۔

امی کی زبان پر اسی کے گن تھے جس نے اس مشکل وقت میں ان کا ہر طرح سے ساتھ دیا اور بیٹا ہونے کا فرض نبھایا۔ بلکہ نا صرف وہ اس کے اب تو ماموں جان اور ماہی جی سے ملنے کو بھی بے تاب نظر آتی تھیں۔

وہ حیرت سے امی کو دیکھتی جنہوں نے اتنی آسانی سے وہ سب کچھ کیسے بھلا دیا جس کو یاد کر کر کے وہ رویا کرتی تھیں۔

اسے امی پر غصہ آتا تھا جس کا اظہار وہ دبے دبے لفظوں میں کر جاتی تھی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ کریں)

☼ ☼

Digestlibrary.com

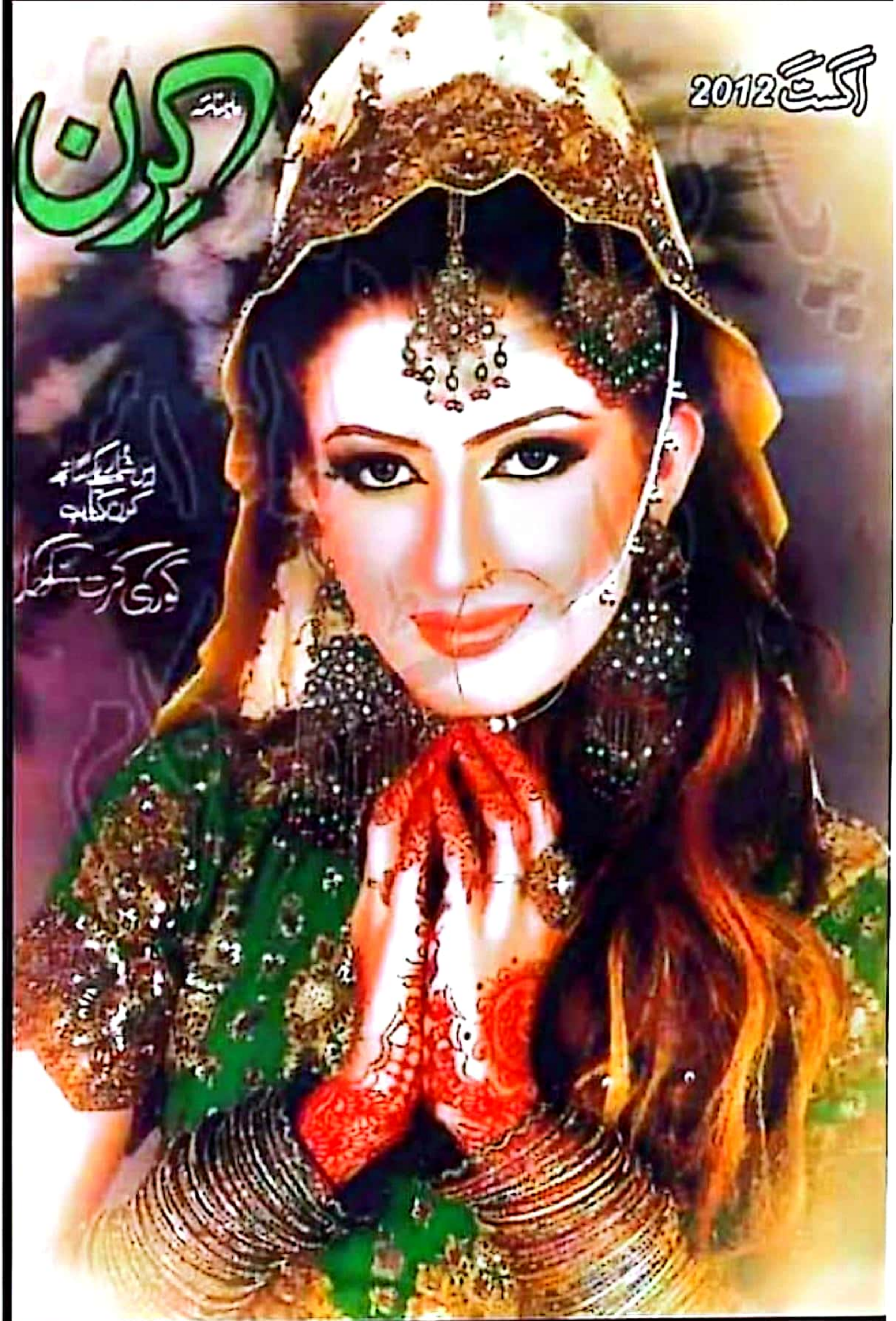

کرن
اگست 2012
کرن کتاب
گوری کرت سنگھار

وفا میری ضد

Digestlibrary.com

"نہیں بیٹا ایسے مت کہو۔ اولاد کی آزمائش تو ماں باپ کو توڑ ڈالتی ہے، کہیں کا بھی نہیں چھوڑتی مہران بھائی نے جو بھی کیا مجبور ہو کر کیا تھا اور ابھی بھی اپنی جگہ پر ٹھیک ہی تھیں ان کی تو بہت خواہش تھی کہ تم ان کی بہو بنو لیکن ــــ" وہ ان کی پوری بات سنے بغیر وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

نہ جانے اس نے امی کو کون کون سی من گھڑت کہانیاں سنائی تھیں کہ وہ بالکل ہی پگھل کر رہ گئی تھیں۔ اس کو یوں جاتے دیکھ کر بے ساختہ بجو ہنس پڑیں۔

"ماہین ایک بات تو سنتی جاؤ۔" فاطمہ بجو کے پکارنے پر وہ دروازے سے ہی پلٹ کر سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔

"تمہارے لیے عدید کا پروپوزل آیا ہے۔ ماموں جان اور مامی جی بھی جلد ہی پاکستان آرہے ہیں ابھی انہوں نے فون پر تمہارا ہاتھ مانگا ہے باقی کی رسمیں وہ یہیں آکر کریں گے۔"

فاطمہ بجو کے چہرے سے چھلکتی حد درجہ خوشی کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے کچھ بھی نہ بول پائی نہ جانے کتنے عرصہ بعد وہ فاطمہ بجو کے اس حد تک کھلتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ان کے چہرے کو بجھتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتی تھی سو خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

شدید طیش کے عالم میں وہ ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اضطراب ہی اضطراب وجود میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے گویا تمام حواس مختل ہو چکے تھے۔

جب سے اس نے ماما پاپا کو تسمینہ پھپھو کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ دونوں ہی بے حد خوش اور مطمئن تھے گویا ایک بہت بھاری بوجھ تھا جو ان کے سینوں پر سے سرک گیا تھا۔ وہ جلد سے جلد ان سے ملنے پاکستان آنے والے تھے تاکہ اپنی کی گئی غلطیوں کی معافی مانگ سکیں۔ سب کچھ ایک دم ٹھیک ہو گیا تھا لیکن ماہین کے انکار نے اس کے پورے وجود میں جیسے آگ بھر دی تھی۔

رات جب فاطمہ بجو نے اسے اس کے انکار کے بارے میں بتایا تھا اس کے اعصاب بری طرح تن گئے تھے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے سامنے جائے اور اس کے ہوش ٹھکانے لگا دے۔ لیکن رات کے نو بجے ایسا کرنا ہرگز ممکن نہ تھا سو صبح آفس پہنچتے ہی اس نے اسے اپنے آفس میں طلب کر لیا۔ جس وقت وہ روم میں داخل ہوئی وہ متفکر سا ٹہل رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی وہ اس کی طرف پلٹ گیا۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو؟" اسے دیکھتے ہی وہ شروع ہو گیا تھا۔

"کیا کیا ہے میں نے؟" اس کے انداز میں بلا کا اطمینان تھا۔ وہ تپ کر رہ گیا۔

"کیا نہیں کیا تم نے؟" وہ دھاڑا۔

"چھ ماہ ہو گئے ہیں تمہارے پیچھے پیچھے پھرتے ہوئے تمہیں مناتے ہوئے اور تم اپنی ضد سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹ رہیں پھر پوچھتی ہو کیا کیا ہے تم نے؟"

وہ پہلی بار اسے اتنے غصے میں دیکھ رہی تھی۔ سو ڈر ہی گئی اور پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ وہ اس کا سامنا کرنے سے گھبرا

تھی اس کے پہنچنے سے پہلے اس نے آگے بڑھ کر
ڈور لاک کیا اور اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔
"آج بات کلیئر ہو کر رہے گی تب تک میں تمہیں اس کمرے سے باہر جانے نہیں دوں گا یاد رکھنا۔"
اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ دھیمے مگر سخت لہجے میں بولا۔ تب ہی ٹیبل پر رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ اس طرف متوجہ ہو گیا۔
اس کی توجہ فون کی جانب مرکوز دیکھ کر وہ دروازے کی طرف لپکی مگر بے سود۔
"ڈور آٹومیٹک لاکڈ ہے نہیں کھلے گا۔" وہ ریسیور کان سے لگاتے ہوئے تیز لہجے میں بولا تو وہ بے بسی سے بند دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔
"مس کرن پلیز نو فون کالز۔ جب تک میں نہ کہوں کوئی بھی شخص میرے آفس میں نہ آئے۔"
وہ سختی سے ہدایت دے کر دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہوا جو دروازے کے ساتھ ہی لگی کھڑی تھی۔

دوسرا اور آخری حصہ

ناولٹ

"مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"
وہ اس کے حد درجہ قریب آکر استفسارانہ انداز میں

Digestlibrary.com

بولا جبکہ لہجہ پہلے کی نسبت کچھ نرم تھا۔ اس کے سوال پر ایک لمحہ کے لیے اس کے دل کو کچھ ہوا ضرور تھا مگر وہ خاموش ہی رہی۔

"ماہی جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دے دو ورنہ۔"

"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔" وہ اس کے اتنا قریب آنے پر کچھ گھبرا سی گئی تھی تب ہی اس کی بات پوری سنے بغیر وہ جلدی سے بول پڑی۔

"تمہارا ذاتی مسئلہ میں اپنا مسئلہ سمجھتا ہوں اور تم ہو کہ۔۔۔"

"پلیز معید میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔" وہ چیخی۔

اور وہ کتنی ہی دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا جس کے ہونٹوں پر نہ جانے کتنے عرصے بعد اس کا نام جگمگایا تھا۔

"لیکن میں تم سے بات کر کے رہوں گا تم یہاں سے باہر تو جا نہیں سکتیں اس لیے بہتر ہے کہ خاموش رہنے کے بجائے مجھ سے وہ باتیں کر لو جو تمہیں بے چین کیے رکھتی ہیں۔" اس کا انداز ناصحانہ تھا۔

"شادی کر لی مجھ سے؟" تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان مسلسل خاموشی چھائی رہی پھر اس نے پروپوز کرنے والے انداز میں اس سے پوچھا تو وہ اس کی اس قدر ڈھٹائی پر دل مسوس کر رہ گئی۔ اس کے اتنے سخت رویے کے باوجود وہ جوں کا توں اس کا خواستگار تھا۔

"جواب دو۔" اس کی خاموشی کو دیکھ کر اس نے دوبارہ پوچھا۔

"سوری۔" اس کے جواب پر اس کا بے اختیار اپنا سر پٹخنے کو دل چاہا جو اسے مسلسل رد کیے جا رہی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اس کا دل صاف کرے۔

"کیوں شادی کرنا نہیں چاہتیں تم مجھ سے؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اپنے لہجے کی سختی کو بمشکل کنٹرول کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں بولا۔

"کیوں کروں گی میں تم سے شادی؟" جواباً اس نے سوال کیا۔

"کیا مطلب تمہارا؟" اس کی بات پر وہ حیرت سے بولا۔

"ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور۔۔۔"

"اپنی غلط فہمی دور کر لو میں تمہیں پسند کرتی تھی اب نہیں۔" وہ تیزی سے اس کی بات کاٹ کر روکھے پن سے بولی۔

"کیوں اب کیا ہوا ہے اب کیا کیا ہے میں نے؟" اس نے درشتگی سے پوچھا۔

"تم نے کیا کیا ہے میں تمہیں بتاؤں؟ جب تمہیں خود احساس نہیں ہے اپنے کیے کا تو میرے بتانے کا کیا فائدہ؟"

اس نے آزردگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس کا دل بھر آیا تھا لیکن وہ اس پر ظاہر ہونے نہیں دینا چاہتی تھی تاہم مضبوطی سے کھڑی رہی۔

"میں جانتا ہوں میں نے کیا کیا ہے اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ میں نے جو کیا اس میں تمہارا اور میرا فائدہ تھا اس لیے مجھے کوئی ملال یا پچھتاوا نہیں ہے۔"

اس نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر مکمل اطمینان سے کہا۔

"کون سے فائدے کی بات کر رہے ہو تم؟ میں نے کب چاہا تھا کہ تم مجھے کچھ بھی بتائے بغیر مجھ سے کچھ بھی شیئر کیے بغیر کینیڈا چلے جاؤ۔" اس نے رکھائی سے اس کی طرف دیکھ کر مزید کہا۔

"تم نے جانے سے پہلے ایک بار بھی میرے بارے میں سوچا مجھ پر کیا گزرے گی؟ یہاں تک کہ تمہیں تو وہاں جا کر بھی میرا خیال نہیں آیا تھا اتنے مگن ہو گئے تھے تم۔"

"میں تم سے ناراض تھا زریں سے شادی کرنے والی بات کو لے کر مجھے لگا میں اکیلا ہو گیا ہوں تم سمیت سب نے مجھے تنہا کر دیا ہے اور مجھے وہ کرنے پر اکسا رہے ہیں جو میں کبھی مر کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔" اس کے لہجے میں دکھ پنہاں تھا وہ مزید گویا ہوا۔

"میں یہ سب کرنے پر مجبور تھا ماہی تم جانتی تھیں شہرینہ آپی کے سسر اپنی بھتیجی زریں سے میری شادی کرانا چاہتے تھے اور انہی کے کہنے پر حشام بھائی نے شہرینہ آپی پر بے حد دباؤ ڈالا ہوا تھا کہ کسی بھی طرح سے مجھے زریں سے شادی کرنے پر تیار کریں اور جب میں نہیں مانا تو ماما پاپا نے مجھے کس حد تک پریشرائز کرنا شروع کر دیا تھا شاید وہ بھی شہرینہ آپی کا گھر ٹوٹتے نہیں دیکھ سکتے تھے جو ایک فطری عمل تھا اور جب میں ہرگز تیار نہیں ہوا تو وہ مجھ سے کتنے بدگمان ہو گئے تھے میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔" اس کے انداز میں بوجھل پن تھا۔

"کیا تمہیں اب بھی مجھ پر اعتبار نہیں کیا کہ میں نے جو کیا اپنے اور تمہارے لیے کیا؟" اس نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔ جس کے چہرے پر کوئی جذبہ نظر نہیں آ رہا تھا وہ بالکل سپاٹ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

"نہیں۔" اس کا لہجہ خشک تھا جذبات سے بالکل عاری۔

"کیوں؟" اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

"کیونکہ تم مجھے کبھی بھی چھوڑ کر جا سکتے ہو۔ بالکل اکیلا اور تنہا کر کے۔" نہ جانے کیسا خوف تھا جو اس کے لہجے پر آ رکا تھا۔

"میں کیوں جاؤں گا تمہیں چھوڑ کر' میں تمہارا ہوں ماہی صرف تمہارا پھر تم میرے بارے میں ایسا کیسے سوچ سکتی ہو؟" ایک شکستگی سی تھی جو اس کے وجود سے چھلک پڑی تھی۔

وہ کس طرح اس کے دل میں موجود اس ڈر کو نکال باہر کرے جو اسے اس سے متنفر کیے دے رہا تھا۔

"کیوں نہیں سوچ سکتی میں؟" جواباً" وہ تلخ کر بولی۔

"تم اپنی اور میری خاطر لڑ رہے تھے تو یہیں رہ کر بھی لڑ سکتے تھے حالات کا مقابلہ سب کے درمیان رہ کر بھی کر سکتے تھے لیکن تم باہر گئے کیونکہ تمہارے اندر حالات کو فیس کرنے کی پاور نہیں تھی اور ویسے بھی تم تو شروع سے مفاد سے باہر جا کر خوب سارا پیسہ کمانے کے خواہش مند تھے سو تم نے موقع غنیمت جانا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنی خواہشوں کو پورا کرنے چل پڑے۔ تم بہت کمزور انسان ہو عدید جی۔"

"چٹاخ۔" وہ جو خود پر ضبط کیے خاموشی سے اس کی باتیں برداشت کر رہا تھا' اس کی آخری بات پر اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔ کتنا غلط سمجھتی تھی وہ اس کو؟ اس کا دماغ گھوم گیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے؟

"میں پیسہ کمانے کی خاطر باہر گیا تھا' میں؟" وہ دھاڑ کر اس سے مخاطب ہوا۔ وہ جو اس کے اس اچانک حملے سے سنبھلی نہیں تھی اس کے بگڑتے تیوروں سے گھبرا سی گئی۔ وہ اس کے چہرے پر آنکھیں گاڑے اس سے مخاطب تھا اور آنکھوں سے سرخیاں چھلکنے لگی تھیں۔

"ماما پاپا نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے زریں سے شادی نہ کی تو وہ مجھے گھر اور بزنس سے بے دخل کر دیں گے۔ مجھے کسی چیز کی پروا نہیں تھی اور پھر میں نے تب ہی سوچ لیا کہ میں شادی تم سے کروں گا اور تمہیں اپنے بل بوتے پر دنیا کی ہر خوشی دوں گا اور یہی بات میں نے ماما پاپا سے بھی کی تھی کہ مجھے ان کی جائیداد میں سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں چاہیے میں خود بھی وہ سب کچھ کما سکتا ہوں جس کو چھیننے کی وہ مجھے دھمکی دے رہے تھے۔ پھر میں نے باہر جانے کا پکا فیصلہ کر لیا کیونکہ جب تک میں یہاں رہتا مجھے اسی طرح پریشرائز کیا جاتا کہ میں زریں سے شادی کر لوں اور تم یہ سمجھتی ہو کہ میں نے اپنی خواہشیں پوری کرنے کے لیے یہ سب کیا ہے؟ میں نے کتنی مشکلیں اٹھائیں، کتنی مصیبتوں سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا ہوں تو وہ صرف تمہارے لیے اور تم ہی کہہ رہی ہو کہ میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا' خواہش کا مارا سمجھتی ہو تم مجھے اگر میں نے ایسا کبھی چاہا بھی تھا نا تو وہ بھی صرف تمہارے لیے کیونکہ میں تمہیں دنیا کی ہر آسائش دینا چاہتا تھا اور تم نے مجھے اتنا گرا ہوا سمجھ لیا کہ میں ان سب کی خاطر تمہیں چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔" اس کے

ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف سے دکھ افسوس اور غصہ چھلک رہا تھا۔

جسے وہ قطعی نظر انداز کر گئی اور بپھر کر بولی۔

"اور تم بھی جانتے تھے کہ مجھے ان کی نہیں صرف تمہاری ضرورت تھی پھر بھی تم نے۔"

"کیا میری اپنی کوئی خواہش نہیں تھی کہ میں تمہارے لیے کچھ کرتا' تمہیں آرام و سکون کی زندگی دیتا؟" وہ اس کی بات پوری سنے بغیر نرمی سے بولا۔

"ان سب کو پانے کے لیے میں نے بہت محنت کی ہے اور تمہیں میری اس محنت میں وہ محبت نظر نہیں آ رہی جو میں تم سے کرتا ہوں۔"

"ہاں نہیں آ رہی نظر۔" وہ اپنے گال پر جہاں اس نے تھپڑ مارا تھا بدستور ہاتھ رکھے بے خوفی اور بے دردی سے بولی تھی۔

"کیونکہ تمہارے اس طرح کرنے سے جو تکلیف اور اذیت میں نے اٹھائی تھی وہ یہ ساری چیزیں مل کر بھی ختم نہیں کر سکتیں' میں ان لمحوں کو نہیں بھول سکتی جب میں فون پر محض تمہاری آواز سننے کو ترسا کرتی تھی لیکن تم' تم وہاں جا کر اس قدر مگن ہو گئے تھے کہ میرا ہی خیال نہیں آیا۔ اگر یہ تمہاری مجھ سے ناراضی تھی تو پھر میں کیسے مان لوں کہ تم نے یہ سب میری خاطر کیا ہے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

وہ خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر پلٹ کر ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

"تو تمہیں یقین نہیں آیا کہ میں نے یہ سب تمہاری خاطر کیا ہے نا؟" اس نے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا پھر اگلے ہی لمحے شدید طیش کے عالم میں ٹیبل پر رکھی تمام چیزوں کو ہاتھ کی مدد سے نیچے گرا دیا۔ اس کے اس طرح کرنے پر وہ گھبرا سی گئی۔

"جب تمہیں ان سب کی ضرورت نہیں ہے تو مجھے بھی نہیں ہے۔"

وہ سخت لہجے میں کہتا آگے بڑھا اور اپنی ریوالونگ چیئر کو پاؤں سے زور سے ٹھوکر مار کر پیچھے کی طرف دھکیل دیا جو لڑھکتی ہوئی گلاس وعدوے جا ٹکرائی۔ کمرے میں موجود دوسری چیزوں کو بھی زمین پر دے مارا۔ کئی گلاس شوپیس اور مختلف ٹرافیز زمین پر چکنا چور ہو چکی تھیں۔

"میں نے یہ سب کچھ تمہارے لیے بنایا تھا جب تمہیں نہیں چاہئیں تو یہ سب میرے کس کام کا۔" اس نے ٹیبل پر رکھے ٹیلی فونز اور انٹر کام دیوار پر دے مارے۔ اس دوران وہ مسلسل بولتا جا رہا تھا۔

وہ پہلی بار اسے اتنے شدید غصے میں دیکھ رہی تھی۔ اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اسے روکے تب ہی وہ اپنے اندر ہمت پیدا کر کے اس کی جانب بڑھ گئی اس کا اپنا جسم بری طرح کپکپا رہا تھا۔ وہ بری طرح خوفزدہ تھی۔

"عدید پلیز رک جاؤ' ایسے مت کرو۔" وہ اس کا ہاتھ اپنے بازو پر سے زور سے ہٹا کر ٹیبل پر رکھے لیپ ٹاپ کی جانب بڑھا تو وہ بھی اس کے پیچھے بھاگی۔

"پاگل تھا میں جو اپنی زندگی کے پانچ سال یہ سب بنانے میں خوار کرتا رہا۔" اس نے لیپ ٹاپ کو زور سے دیوار پر دے مار کر تقریباً چیختے ہوئے کہا تو وہ مزید سہم گئی۔ لیپ ٹاپ دیوار سے ٹکرا کر زمین بوس ہو چکا تھا۔ اس کے تو پیروں تلے سے زمین نکل رہی تھی۔

وہ کس طرح اسے کنٹرول کرے وہ نہیں جانتی تھی۔ تب ہی وہ قریب رکھے فائل ریک کی جانب بڑھا جس میں تمام امپورٹنٹ فائلز رکھی تھیں۔

اگر ان فائلز کو کچھ ہوا تو بہت سے کانٹریکٹس ضائع ہو سکتے تھے۔

ایسی سچویشن میں اس کے حواس تو بالکل کام ہی نہیں کر رہے تھے۔ تب وہ تیزی سے اس سے پہلے اس ریک کے آگے آ کھڑی ہوئی۔

"ہٹو یہاں سے۔" وہ ایک بار پھر دھاڑا۔

"پلیز عدید مت کرو ایسا۔" وہ التجائیہ انداز میں اس کی طرف دیکھ کر بولی جبکہ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے جس کی پروا کیے بغیر اس نے ہاتھ

بھائی اسے بازو سے پکڑ کر ایک سائیڈ پر دھکیلا اور پھر تمام فائلوں کے دو دو ٹکڑے کر کے ہوا میں اچھال دیے۔

اس کے اس طرح کرنے پر وہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی۔

"میں کب سے تمہیں منا رہا تھا تم سے بات کرنے کے لیے ترس رہا تھا لیکن تمہاری غلط فہمیاں ہی دور نہیں ہو رہی تھیں۔" بولتے ہوئے اس کی طرف بڑھا جو دیوار کے ساتھ سہمی کھڑی تھی۔ وہ یکبارگی سے اسے دیکھے جا رہی تھی جو پورے کمرے کا نقشہ پل بھر میں بدل کر مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

"اب تو تمہیں یقین آ گیا کہ میرے نزدیک ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔" وہ اس کے بائیں طرف دیوار پر اپنا دایاں ہاتھ مضبوطی سے جمائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سوالیہ انداز میں قدرے نرمی سے بولا۔

وہ خاموش نظروں سے ڈری ڈری اسے دیکھ رہی تھی۔ جس کا یہ روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔

"میں اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہوں اور کروں گا تم دیکھنا میں خود کو تمہارے سامنے کس طرح برباد کرتا ہوں لیکن وعدہ کرو جب میں بالکل خالی ہو جاؤں گا تب تو تمہیں مجھ پر، میری محبت پر اعتبار آئے گا نا؟"

وہ جیسے لہجے میں اس سے بول رہا تھا اور وہ گنگ بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر وہ جواب کی پروا کیے بغیر دروازہ کھول کر تیزی سے باہر نکل گیا تو وہ خالی خالی نظروں سے پورے کمرے کو دیکھنے لگی جہاں پہلے جیسا کچھ نہ تھا۔ ہر شے اپنے مقام سے دور ٹوٹی پھوٹی حالت میں پڑی تھی۔ کمرے کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ کارپٹ پر دور تک کاغذ ہی کاغذ بکھرے ہوئے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی کارپٹ پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور اوندھے پڑے لیپ ٹاپ کو اٹھا کر چیک کرنے لگی جو بالکل بے جان ہو چکا تھا۔

پھر اس نے تمام کاغذات سمیٹ کر فائلوں میں رکھے اور جتنا ہو سکتا تھا چیزوں کو ان کی جگہ پر رکھا پھر کمرے کو باہر سے لاک کر کے اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔ پتا نہیں کیوں اس کے دل پر کوئی بوجھ سا آ گرا تھا یوں لگتا تھا جیسے اس سے کہیں کوئی بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے یا شاید وہ اسے سمجھ ہی نہیں سکی تھی۔ وہ مزید کیا کرے گا؟ اسے شدید فکر لاحق ہو گئی تھی۔ وہ جو کہتا تھا کر گزرتا تھا۔

وہ دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گئی تھی۔

وہ سارا دن آفس نہیں آیا تھا۔ تقریباً چھ بجے وہ بھی آفس سے نکل کر گھر آ پہنچی تھی۔

افسردگی تھی جس نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ پژمردہ قدموں سے چلتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا بات ہے تم کچھ پریشان ہو عدید سے کوئی بات ہوئی ہے کیا؟"

عدید کے نام پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر فاطمہ بجو کو دیکھا جو اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ انہیں کیسے پتا؟

"میں سب جانتی ہوں کہ تم عدید کے ہی آفس میں جاب کر رہی ہو اور یہ بات ہمیں عدید نے ہی بتائی تھی۔ خیر یہ بتاؤ کہ عدید سے تمہاری کیا بات ہوئی کیونکہ وہ تمہارے انکار کو لے کر بہت پریشان تھا۔"

جب ساری بات انہیں پتا ہی تھی تو اس نے بھی کچھ چھپانا مناسب نہ سمجھا اور آج کی ساری روداد انہیں کہہ سنائی۔

انہوں نے غور کیا کہ باتیں کرتے وقت اس کی آنکھیں بار بار بھیگتی جا رہی تھیں اور آواز بھی رندھ گئی تھی۔

شاید اس کے اندر کی انا اب ٹوٹنے لگی تھی وہ قدرے نرم اور بدلی بدلی محسوس ہوئی تھی۔ تب ہی فاطمہ بجو بول پڑیں۔

"ماہین مامی جی اور ماموں جان بالکل غلط نہیں تھے وہ اپنی اولاد کے ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے وہ فیصلے کر ڈالے جو ہمارے حق میں نہیں تھے اور

تمہیں پتا ہے یہ سب عدید کے گھر چھوڑ کر جانے کے بعد ہوا تھا پھر عدید تو ان سارے معاملات سے بے خبر تھا ایسے میں اس کو مجرم بنانا سراسر غلط ہے۔"

وہ آج خاموشی سے سر جھکائے ان کی باتیں سنتی رہی ورنہ وہ تو ان کے ناموں سے ہی بھڑک اٹھتی تھی۔ انہوں نے موقع اچھا سمجھ کر بولنا شروع کیا جسے وہ چپ چاپ سنتی رہی۔

"تم جانتی تو ہو نا کہ زبیر کی بیوی فریال کے مزاج کو۔ اس نے ساری زندگی ملک سے باہر گزاری تھی اسی لیے وہ کافی عرصے سے زبیر پر بھی زور ڈال رہی تھی کہ وہ یہ گھر بیچ کر اور بزنس وائنڈ اپ کر کے جرمنی اس کے ساتھ چلے اور اس کے بھائی کے ساتھ بزنس اسٹارٹ کرے لیکن جب زبیر نے انکار کیا تو اس نے کورٹ سے خلع لینے کی دھمکی دے ڈالی جس پر سب پریشان ہو کر رہ گئے اور پھر فریال جب ناراض ہو کر میکے گئی تو اس نے اپنی بات منوانے کے لیے سلیپنگ پلز کھالی تھیں جس کی وجہ سے وہ کئی دن تک ہسپتال بھی ایڈمٹ رہی تھی۔ اس کی اس حرکت نے گویا ماموں جان اور مامی جی کے پیروں تلے سے زمین ہی نکال دی تھی۔ پھر زبیر بھی فریال کا ساتھ دیتے ہوئے ماموں جان سے مطالبہ کرنے لگا لیکن ماموں جان نہیں مانے مگر جب زبیر نے ماموں جان کو مرنے کی دھمکیاں دیں تو وہ امی اور ہم سب کی نظروں میں مجرم بننے کو تیار ہو گئے تھے۔

ماموں جان نے خاموشی سے گھر بیچ دیا اور بزنس بھی وائنڈ اپ کر دیا۔ وہ عدید کو تو دیکھنے کو ترس گئے تھے اب زبیر کی دوری برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بھی شکر تھا کہ زبیر ماموں جان اور مامی جی کو اپنے ساتھ ہی جرمنی لے جانے پر بضد تھا اس لیے فریال کی ایک نہ چل سکی تھی لیکن وہاں جا کر فریال کے بھائی نے سارا روپیہ ہتھیا لیا تو فریال کے بھی ہوش ٹھکانے آ گئے تھے۔ تھوڑا بہت روپیہ تھا جو فریال نے زبردستی اپنے بھائی سے نکلوا لیا تھا اسی سے زبیر نے جرمنی میں چھوٹا موٹا سا بزنس شروع کر ڈالا تھا اور یوں گزر بسر ہونے لگی تھی۔

جن دنوں جعفر کی ڈیتھ ہوئی تھی ان دنوں ماموں جان اور مامی جی اس تکلیف سے گزر رہے تھے نے ہمیں اس سب سے اس لیے بے خبر رکھا پہلے ہی جعفر کے غم سے نڈھال تھیں وہ یہ سب بتا کر مزید ستم کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے انہوں یہ جھوٹ بولا کہ بزنس کو زبردست قسم کا نقصان کے باعث سب کچھ ختم ہو گیا ہے اور پھر حالات حد تک پہنچ چکے ہیں کہ گھر بیچ کر قرضے پورے کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہم سب یقین کر لیا تھا اور پھر ہم نے خوشی خوشی ماموں جان مامی جی کو زبیر کے ساتھ جرمنی بھی رخصت کر دیا اچھا ہوا زبیر کو وہاں جاب مل گئی ورنہ وہ سب بھی طرح کرائے کے مکان میں رلتے رہتے۔"

فاطمہ بجو سانس لینے کو رکیں پھر دوبارہ گویا ہوئیں

"ان کے جرمنی جاتے ہی ہمیں مختلف لوگوں پتا چل گیا تھا کہ ماموں جان اور مامی جی نے ہم جھوٹ بولا تھا لیکن وہاں جا کر وہ ہمیں بھولے تھے۔ کچھ بعد دیگرے کئی مکان بدلنے کے باعث سے رابطہ نہیں کر پا رہے تھے جبکہ مامی جی نے اپنے رشتے داروں کو بھی کہا ہوا تھا کہ وہ ہمارے معلوم کر کے انہیں بتائیں لیکن مکانوں کی تبدیلی ایسا نہ ہونے دیا۔ جب عدید نے کینیڈا جانے کے بعد ہم سے رابطہ کرنا چاہا تب تک وہ گھر بک چکا تھا ساری باتیں جب عدید کو معلوم ہوئیں تو وہ اپنے والوں سے بے حد خفا ہوا۔ اس نے احسن کو ہمارے بارے میں معلوم کرنے کو کہہ رکھا تھا پھر وہ جلد جلد وہاں سے آ کر پاکستان سیٹل ہو گیا اور پھر شروع کر دی۔ یہ بھی شکر تھا کہ قسمت نے اسے سے ملا دیا ورنہ کیسے اتنی غلط فہمیاں دور ہوتیں؟

یہ ساری باتیں مامی جی نے فون پر ہمیں بتائی تھے بلکہ وہ بہت طول اور پشیمان بھی تھیں اسی لیے امی معافی بھی مانگ رہی تھیں لیکن امی تو ماموں جان آواز سنتے ہی سب کچھ بھول بھال گئیں۔ اب تم

سب کچھ بھول جاؤ ماہین' یہ آزمائش تھی اللہ کی طرف سے اور کچھ نہیں تھا۔ اچھا میں تمہارے لیے کھانا گرم کرکے لاتی ہوں۔ تم ہاتھ منہ دھولو۔"

وہ اپنی بات مکمل کرکے اسے سوچتا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل چکی تھیں اور وہ گہری سوچ میں مبتلا ہو کر رہ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ گزشتہ ایک ہفتے سے آفس نہیں آرہا تھا۔ کہاں تھا اور کس حال میں تھا کوئی نہیں جانتا تھا اور اس کا فون بھی مسلسل آف جارہا تھا جبکہ آفس کا نظام بھی درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا کوئی کام بھی وقت پر نہیں ہو پارہا تھا۔ توقیر صاحب بھی ہر طرح اس سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کرچکے تھے مگر وہ گھر پر ملتا تھا اور نہ گھر کے فون اٹینڈ کرتا تھا۔ وہ تو کئی بار گھر بھی جاچکے تھے' تاکہ امپورٹنٹ فائلز سائن کراسکیں لیکن ہر بار خادم اس کے گھر پر نہ ہونے کا عندیہ دیتا تو وہ مایوسی سے لوٹ آتے۔

آفس میں موجود ہر فرد اس کو لے کر تشویش میں مبتلا ہوچکا تھا۔ وہ اس قدر لاپروا اور غیر ذمہ دار کبھی نہیں رہا تھا۔ سب کو اس کے بارے میں فکریں لاحق ہوچکی تھیں۔ تب تمام کوششوں کے بعد توقیر صاحب نے احسن کو ساری صورت حال سے آگاہ کر ڈالا تھا۔ جو پہلی ہی فرصت میں اس کے پاس جا پہنچا تھا۔

"تم کچھ بتاؤ گے یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" احسن اس کی مسلسل خاموشی سے تنگ آکر بولا۔

"کچھ نہیں ہو رہا یار' بس میرا دل نہیں کرتا۔" اس نے بے فکری سے کہا۔

"عدید پلیز یار اس سب کو اتنا لائٹ مت لو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو تمہارے اس طرح کرنے سے کتنا بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔" احسن اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

"نقصان کی پروا کون کر رہا ہے یار۔" اس کے ہر انداز میں لاپرواہی تھی جس کو دیکھ کر احسن حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

وہ اس کے اور ماہین کے درمیان ہونے والی تمام باتوں سے واقف تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس کو لے کر اس حد تک بھی جا سکتا ہے۔ احسن نرمی سے گویا ہوا۔

"تمہیں نقصان کی پروا کرنی چاہیے عدید تم جانتے ہو تم نے کتنی محنت اور تگ ودو کے بعد یہ سب کچھ حاصل کیا تھا۔ یار تمہارے جیسے خوش قسمت لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو اتنے کم عرصے میں اتنی اچھی طرح بزنس اسٹیبلش کرلیتے ہیں کہ وہ انٹرنیشنل لیول پر بھی خود کو متعارف کرا سکیں اور تم ہو کہ اتنی آسانی سے یہ سب کچھ اپنے ہاتھوں سے گنوا رہے ہو۔ کتنی امپورٹنٹ ڈیلوریز ہیں جو تمہارے سائن کے بغیر ممکن نہیں ہیں آسٹریلیا کی ڈیلیوری درمیان میں اٹکی ہوئی ہے تم سمجھ کیوں نہیں رہے کہ اس طرح سب کچھ ختم ہوجائے گا یار۔"

"تو ہوجائے ختم سب کچھ جب اسے احساس نہیں ہے کہ میں نے یہ سب اس کے لیے کیا تھا تو مجھے بھی نہیں ہے۔" بالآخر اس کی برداشت جواب دے چکی تھی۔

"میں ایک ہفتہ سے آفس نہیں جارہا' میرا سیل آف جارہا ہے۔ ڈیلیوریز رکی ہوئی ہیں۔ بزنس ایک ہفتہ میں کتنا نیچے آچکا ہے۔ کیا وہ بے خبر ہے اس سب سے نہیں۔ لیکن اس نے ایک بار بھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک بار بھی اس نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں اسے میری کوئی پرواہی نہیں ہے یار۔ کیا اس قابل ہوں میں کہ وہ میرے بارے میں اتنی لاپروا رہے مانا میں غلط تھا لیکن ہیں۔" وہ بات کرتے کرتے رک گیا تھا پھر ایک گہرا سانس اپنے اندر اتار کر دوبارہ احسن سے مخاطب ہوا مگر دھیمے لہجے میں۔

"مجھے حقیقتاً کوئی فکر نہیں ہے احسن بزنس ختم

Digestlibrary.com

ہوتا ہے ہو جائے۔ آئی ڈیم کیئر اور تم بھی مجھ سے اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کرو گے ورنہ میں تم سے بھی ناراض ہو جاؤں گا۔" احسن مزید کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اسے اس کا مسئلہ سمجھ آگیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اسے بتائے بغیر سیدھا اس کے آفس میں مابین سے ملنے کے لیے نکل کھڑا ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس وقت رات کو نو بج رہے تھے۔

وہ گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے سیدھا اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔

جس وقت وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا سامنے صوفے پر اسے بیٹھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر اپنی جگہ پر رک گیا۔ کھٹکے کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو بلیک شلوار قمیص میں پوری مردانہ وجاہت سمیت کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پھر بند کیے دروازے کو اس نے ہاتھ بڑھا کر آدھا کھول دیا اور ہاتھ میں موجود موبائل اور گاڑی کی چابیاں سائیڈ ٹیبل پر رکھیں پھر کف کے بٹن کھول کر بازو کہنیوں تک چڑھائے صوفے پر جا بیٹھا اور ریموٹ سے ٹی وی آن کر کے نظریں ٹی وی اسکرین پر جما دیں۔

وہ خطرناک حد تک سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایک نظر کے بعد اس نے دوسری نظر اس پر ڈالنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ کتنی ہی دیر تک کمرے میں خاموشی کا راج تھا۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ کمرے میں دو نفوس موجود ہیں۔

اس نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو مکمل توجہ کے ساتھ نیوز دیکھنے میں مصروف تھا۔ بالآخر وہ اٹھی اور آگے بڑھ کر ٹی وی آف کر دیا تو اس نے محض ایک نظر اس پر ڈالی پھر ریموٹ صوفے پر اچھال کر خاموشی سے اٹھ کر ٹیرس پر آ کھڑا ہوا۔

وہ بے حد خفا خفا سا لگ رہا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ٹیرس پر آ کھڑی ہوئی۔

وہ دونوں ہاتھ ریلنگ پر مضبوطی سے ٹکائے کھڑا رہا تھا۔

"میں نے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" اس سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے ہو کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہوں کرو۔"

"تم آفس کیوں نہیں آ رہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ بات میرے لیے ضروری نہیں ہے۔" اس میں جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھتا۔" اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"لیکن میرے لیے یہی بات ضروری ہے۔ اس بات نے مجھے یہاں تک آنے پر مجبور کیا ہے۔" اس نے قدرے آرام سے کہا۔

"میرے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ تمہارے لیے کیا بات اہمیت رکھتی ہے اور کیا نہیں؟" اس کا انداز ہی دوسرا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے چپ سی تھی پھر دوبارہ گویا ہوئی۔

"میں نے تم سے کچھ پیپرز سائن کرانے ہیں۔" اس نے مدعا بیان کیا۔

"سوری۔" اس نے فوراً جواب دیا۔

"عدید پلیز تم جانتے ہو اب تک کتنا لوس ہو چکا ہے کتنی ہی کمپنیز ہیں جو آرڈرز واپس لینا چاہتی ہیں وقت پر ڈلیوری نہ ہونے کی وجہ سے۔ تمہیں یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے تم سب جانتے ہو پھر کیوں کر رہے ہو ایسا؟" اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کیسے اسے سمجھائے؟ جبکہ دوسری طرف وہ خاموش تھا۔

"عدید میں تم سے بات کر رہی ہوں پلیز۔"

"کس بات کا جواب دوں؟" وہ سامنے سے کراسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں اگر کچھ نہیں کر رہا یا مجھے پروا نہیں تمہیں سمجھ جانا چاہیے تاکہ جو میرا دل چاہے گا وہی کروں گا۔"

"یہ سب غلط ہے نادیہ۔"

"کیا صحیح ہے اور کیا غلط، میں بھلا چکا ہوں۔" وہ تمسخرانہ انداز میں مسکرایا پھر مزید گویا ہوا۔

"اور تمہیں بھی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم یہ سب میری وجہ سے کر رہے ہو نا۔" اس نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے عدید پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

اس کی بات پر وہ ریلنگ پر سے ہاتھ ہٹا کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور سینے پر ہاتھ باندھے رخ اس کی طرف موڑ رہا۔

"کون سی غلطی کا احساس؟" اس نے سوال کیا۔

"یہی کہ میں نے ماموں جان اور مامی جی کو بہت غلط سمجھا تھا اور یہ کہ۔"

"اسٹاپ اٹ ماہی۔" وہ بول رہی تھی کہ اس نے یکدم ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"تم نے انہیں غلط سمجھا تھا نا تو جاؤ جا کر انہی سے یہ ساری باتیں کہو۔"

اس کی آواز قدرے سخت تھی اس بار۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جس کے چہرے پر بھی سختی نمایاں تھی۔

اسے تو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے بتائے کہ وہ اس دن بہت سی باتیں غلط بول گئی تھی۔ اسے بس اس سے شکایت تھی ناراضی تھی لیکن اس کی یہ شکایت اور یہ ناراضی اتنی شدت اختیار کر گئی تھی کہ وہ اسے ہی تکلیف پہنچا چکی تھی۔ وہ بہت شرمندہ اور پشیمان سی تھی کہ جس نے اس کی خاطر اتنا سروائیو کیا اور لفظ کچھ سہارا وہ اسے ہی سمجھ نہیں پائی۔

اس دن اس کے رونے نے اس کے اندر بہت کچھ جھنجھوڑ ڈالا تھا لیکن وہ خود سے اس کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی وہ تو ماموں جان اور مامی جی سے فون پر بات کرتے ہوئے بھی اندر ہی اندر شرمندہ ہوئی

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے۔
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قیمت =/100 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/100 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ———— =/250 روپے

3 بوتلوں کے لئے ———— =/350 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

جارہی تھی جس کی اتنی برسوں کی محبت کے جواب میں ذرا سی آزمائش کرنے پر اس نے اپنے دل میں ان کے خلاف اتنے محاذ بنا ڈالے تھے۔ لیکن ماموں جان اور مامی جی سے تو وہ بھی معذرت کر چکی تھی لیکن اس نے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا جو اسے ہمیشہ سے ہی منانا چلا آیا تھا لیکن آج وہ خود خفا ہوا تو اس کے اوسان ہی خطا ہو گئے تھے اور اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ اس سے کیسے بات کرے؟ کیسے منائے اسے ٹیرس پر سوچنا چھوڑ کر وہ دوبارہ اندر جا کر صوفے پر براجمان ہو چکا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔

"پلیز عدید تم مان کیوں نہیں رہے؟" اس نے اکتا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے تم نے مجھے منانا ہے؟" وہ اس کی کیفیت سے شاید حظ اٹھا رہا تھا۔ تبھی سوالیہ انداز میں حیرت سے بولا۔

"تو اور کیا کر رہی ہوں میں اتنی دیر سے؟" اس نے تپے تپے سے انداز میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہیں تو منانا ہی نہیں آتا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا جسے وہ سن نہ سکی تھی۔

"ان پر سائن کر دو پلیز۔" سامنے ٹیبل پر رکھی فائلز کو کھول کر اس کے آگے پھیلا کر رکھتے ہوئے اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟" وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ پلکیں جھکا گئی تھی۔

"کیونکہ میں تمہارا نقصان نہیں چاہتی عدید۔" وہ بمشکل آنکھوں میں آئی نمی کو اندر کہیں دھکیلتے ہوئے اسے دیکھ کر بولی۔

"میرے کون سے نقصان کی بات کر رہی ہو تم؟" اسے لائن پر آتے دیکھ کر وہ ذرا نرم پڑ گیا۔

"تمہارے کسی بھی نقصان کو میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ ضبط سے بولی۔

"میرے لیے سب سے قیمتی تو تم ہو اس کے علاوہ مجھے کسی نقصان کا نہ ڈر ہے اور نہ پروا۔" وہ پوری سچائی سے بولا۔ وہ جواباً خاموش ہی رہی۔

"شادی کرو گی مجھ سے؟" اس کی اس اچانک پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔ پہلے کی نسبت اس کا موڈ بہتر تھا۔

"میں تم سے آفس کی بات کر رہی ہوں عدید تم۔" وہ آگے کچھ نہ بول سکی۔

"اور میں صرف اپنے اور تمہارے متعلق بات کر رہا ہوں اور کرنا چاہ رہا ہوں۔ جب تک تم مجھے نہیں کہو گی میں آفس کے بارے میں بات نہیں کروں گا۔" اس نے قطعی انداز میں کہا۔

"عدید پلیز تمہارے سائن ان پیپرز پر بہت ضروری ہیں اگر تم نہیں کیے تو بہت سے پرابلم ہو سکتے ہیں۔" اسے منانے والے انداز میں بولی جس کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"ان پیپرز پر سائن کرنے سے پہلے میں تمہارے ساتھ نکاح کے پیپرز پر سائن کروں گا اس کے بعد تمہاری باری آئے گی اگر تم چاہتی کہ مزید کوئی لوس نہ ہو یقیناً تم انکار نہیں کرو گی۔"

اس کی بات پر جہاں اس کا دل زور زور سے دھڑکا اٹھا تھا اور چہرے پر رنگ بکھرے تھے وہیں اسے بے طرح غصہ بھی آگیا تھا۔

"تم مجھے ٹریپ کر رہے ہو عدید۔" اس نے اپنے لہجے کی تلخی کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا جس کی ضد پہلے ہی بزنس میں بہت نقصان کروا چکا تھا۔

"ٹریپ تو تب کرتا جب تم مجھ سے محبت نہ کرتی ہوتیں اور میں زبردستی تمہیں شادی کرنے پر مجبور کرتا، بہرحال تم اگر چاہتی کہ مزید کچھ نہ ہو تو پہلے مجھ سے نکاح کرو اور تم سائن ابھی کرانا چاہتی ہو تو تمہیں بھی ابھی کرنا ہو گا۔" وہ سخت لہجے میں بول رہا تھا۔

وہ اس کی اس عجیب سی منطق پر حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی تھی۔

"میں، میں کروں گی عدید جو تم کہو گے وہی۔ لیکن ــــ"

وہ بمشکل اتنے الفاظ منہ سے نکال پائی تھی۔

کسی طور راضی نظر نہیں آرہا تھا۔
"نہیں پہلے نکاح ہوگا پھر پیپرز پر سائن۔" اسے ہنستے دیکھ کر، بھی قدرے نرمی سے بولا۔
"تم ہربات اپنی منواتے ہو عذیر۔" اسے غصہ آگیا تھا۔
"ہربات کا تو پتا نہیں لیکن یہ بات ضرور منوا کر رہوں گا۔" وہ پورے یقین کے ساتھ بولا تو وہ جز بز ہو کررہ گئی۔
وہ اس کی ضد کے بارے میں اچھی طرح جانتی تھی سو مزید بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور تن فن کرتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔
"میں رات گیارہ بجے تک تمہارے جواب کا انتظار کروں گا ورنہ ہو سکتا ہے کہ گیارہ بجے کے بعد میرا یہ والا ارادہ بھی بدل جائے۔" اسے اپنے پیچھے اس کی آواز سنائی دی پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔
اس کے جاتے ہی وہ بھرپور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اور پھر رات پونے گیارہ بجے فاطمہ بجو کا فون آچکا تھا۔ وہ بہت خوش تھیں کہ ماہین نے ہاں کردی ہے۔
وہ بالکل ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔ ایک دم تازہ اتنے دنوں کی ساری کلفت ایک لمحے میں دور ہو چکی تھی۔

☆☆☆

اگلے ہی دن صبح دس بجے ان کا نکاح قرار پایا تھا۔ جس میں احسن سمیت تمام گھر والے شامل تھے۔ ماما پاپا بھی بے حد خوش تھے انہوں نے موقع پر فون کر کے دونوں کو خوب ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔ رخصتی ان کے پاکستان آنے تک ملتوی کر دی گئی تھی۔ ہر چہرہ کھلا ہوا اور روشن تھا۔
نکاح کے بعد وہ احسن کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا جب وہ اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تو وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا جو شکایتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"ان پر سائن کرو۔" اس نے فائلز اس کے آگے رکھتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا تو بے اختیار اس کی ہنسی نکل گئی اور وہ چپ چاپ تمام پیپرز پر سائن کرنے لگا۔
"یہ لیجیے جناب۔" اس نے تمام پیپرز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے خوشدلی سے کہا۔
"اب تو آپ ہماری موت کے پروانے پر بھی سائن کرائیں گی تو بندہ جی جان سے حاضر ہے۔" وہ سینے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھک کر بولا تو وہ اسے شکایتی نظروں سے گھورنے لگی پھر اس کی اس قدر محبت پر خود کو خوش قسمت تصور کرتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی وہاں سے چلی آئی۔
"چل یار آج اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے کسی اچھے سے ڈھابے سے کھانا کھلا۔" احسن نے اس کا وعدہ یاد دلایا۔
"بندہ حاضر ہے میرے دوست۔" وہ آج بے حد خوش اور مطمئن تھا۔ احسن دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کے ہمیشہ رہنے کی دعائیں کرتا اس کے ساتھ سب کے درمیان جا بیٹھا۔

☆☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

قیمت -/250 روپے

منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021